صرف احمدی نوجوانوں کے لئے



قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

ماہنامہ ربوہ

# خالد

اگست ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز

جیّد عالمِ دین، مخلص خادمِ سلسلہ، سحر طراز مقرّر و مصنّف

سابق نائب صدر مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیہ و سابق ایڈیٹر رسالہ "خالد"



# محترم مولانا غلام باری صاحب سیف انتقال فرما گئے

احباب جماعت کو دلی افسوس اور رنج سے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے جیّد عالم دین، بے حد مخلص اور قدیمی خادم سلسلہ، تحریر اور تقریر کے دھنی، کئی کتابوں کے مصنف محترم مولانا غلام باری صاحب سیف 13 جولائی صبح ساڑھے سات بجے ہارٹ فیل ہونے سے انتقال فرما گئے۔ آپ کی عمر 73 سال تھی۔

آپ کو صبح ساڑھے تین بجے دل کی تکلیف شروع ہوئی۔ پانچ بجے کے قریب آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا جہاں فوری طبی امداد فراہم کی گئی۔ مگر ڈاکٹروں کی تمام تر کوششوں کے باوجود آپ جاں بر نہ ہو سکے۔

بقیہ ٹائیٹل صفحہ ۳ پر

## احمدی نوجوانوں کے لئے

اگست 1993ء

ظہور 1372ہش

جلد 40 شمارہ 10 قیمت 4 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔ مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دار الصدر جنوبی ربوہ

## اس شمارے میں آپ کے لئے
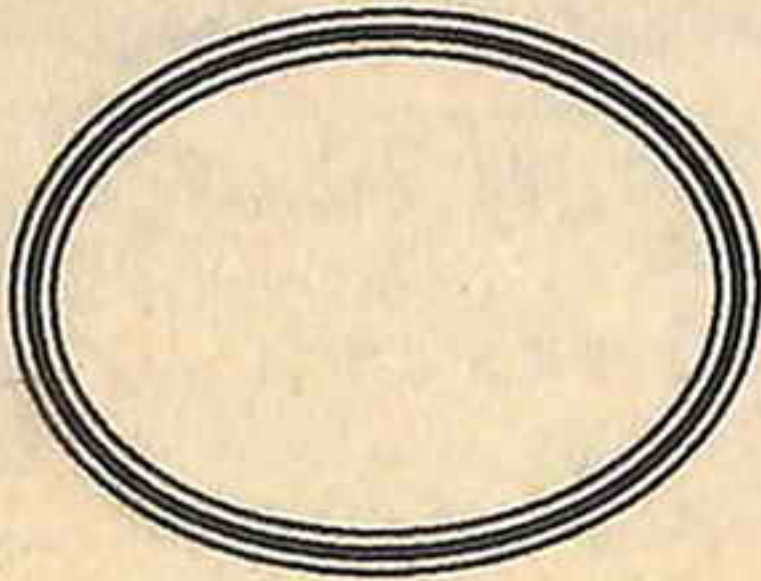
# دوٓ ضروری باتیں

## ۱۔ توحیدِ خالص کا قیام ۲۔ قائدینِ مجالس توجہ فرمائیں

خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا عہد خالق و رب العالمین نے بنی آدم کی تخلیق کے وقت ہی لے لیا تھا اور تمام بنی نوع انسان نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم تیرے رب ہونے، تیرے واحد رب ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کو "واحد" نہ ماننا اور نہ جاننا، اس کو ہی وکیل اور کارساز نہ سمجھنا، اسی کو قادر مطلق اور خالق و مالک کلی سمجھنے میں اپنے قول اور فعل کے ذریعہ پس و پیش کرنا یا کسی قسم کی کمزوری کا اظہار شرک ہی کا دوسرا نام ہے بلکہ عین شرک ہے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جن قوموں میں شرک نے جڑ پکڑی انہیں ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کے کاموں اور ان کے منصوبوں میں سے خیر و برکت اٹھ گئی، ان کی اخلاقی اور روحانی قدریں زوال پذیر ہوتی چلی گئیں، ان کے اتحاد پارہ پارہ ہوگئے اور ان کا شیرازہ بکھر گیا جب کہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہمیشہ توحید کے ماننے والوں کا مقدر بنیں۔ پس توحید پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمارے قول و فعل میں سے توحید کی خوشبو آئے اور اس کی رضا کا حصول شامل حال ہو اور ہم اپنے کاموں اور فیصلوں میں ہمیشہ خدائے واحد و یگانہ کی خوشنودی کو مد نظر رکھیں۔ عوام کی خوشی اور عوام میں مقبولیت چاہنے کے لئے ہمارے فیصلے ہوں نہ کام، بڑے بڑے عہدیداروں سے خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لئے ہمارے کام نہ ہوں۔ ایسا کام تو ان کو ساجھے جن کی آستینوں میں عوام اور عہدیداروں کے بت ہیں۔ جن کا قادر و مطلق اور خالق و مالک خدا پر ایمان اٹھ چکا ہے۔

ہمارے پیارے آقا نے 9 جولائی 1993ء کو جو "خطاب" فرمایا اور جو حسبِ معمول ساری دنیا میں سیٹلائٹ کے ذریعہ نشر کیا گیا اور ریڈیو اور ٹی وی پر دیکھا گیا اور سنا گیا اس میں آپ نے انتہائی دلنشیں انداز میں توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے سارے عالم کو شرک سے بچنے کی تعلیم دی اور بتایا کہ امن عالم کی خوشخبری اسی توحید کو اپنانے اور شرک سے بیزاری میں ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم پیارے آقا کے ارشادات بار بار اور باقاعدگی سے سنیں تا اپنے آپ کو اور اپنے ارد گرد کے ماحول اور سارے معاشرے کو امن و آشتی کا گہوارہ بنا سکیں۔

# قائدین کرام! صرف تین ماہ باقی ہیں

مجلس خدام الاحمدیہ کا تنظیمی سال 31 اکتوبر کو ختم ہوتا ہے اور یکم نومبر سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ دوران سال مرکز کی طرف سے احمدی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے جو لائحہ عمل اور پروگرام تیار کئے جاتے ہیں وہ باقاعدہ ایک سکیم کی صورت میں جملہ قائدین اور زعماء کی خدمت میں ارسال کئے جاتے ہیں اور گاہے گاہے مرکز کی طرف سے مختلف شکلوں میں اس کی یاددہانی کروائی جاتی ہے۔ اب جب کہ سالِ دوراں ختم ہونے میں صرف تین ماہ باقی رہ گئے ہیں تمام قائدین اور عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنے اپنے کاموں کا جائزہ لینا چاہیئے کہ دوران سال مرکز کی طرف سے ملنے والی سکیم اور ان کی اپنی پلاننگ کے مطابق کتنا کام ہوا ہے اور کیا کیا کام ہوا ہے البتہ یہ بنیادی اور ضروری امر ذہن میں رہے کہ:۔

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں"

اب جب کہ قومیں قوموں کی اپنی اصلاح کے لئے آیا ہی چاہتی ہیں تو اپنے نوجوانوں کی اصلاح کتنا جلد اور ضروری امر ہے لہٰذا درخواست ہے کہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور دیگر شعبوں میں دیئے گئے کاموں میں جو بھی کمزوری رہ گئی ہے اسے جلد از جلد پورا کریں۔ خدا تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

## تصحیح

1۔ جولائی کے شمارہ صفحہ 7 ، کالم نمبر 1 میں بریکٹ میں (سید قمر سلیمان صاحب) کا نام چھپ گیا ہے جو درست نہیں ہے۔ براہ کرم اس کو وہاں سے حذف سمجھیں۔

2۔ جولائی 1992ء صفحہ 27 پر "پرفیوم اسپرے بنایئے" کا مضمون ہمیں محمد اکرم جاوید صاحب نے ارسال فرمایا تھا جو انکے نام سے شائع ہوا۔ یہ مضمون اخبار خواتین نومبر 1987ء میں شائع شدہ ہے جو نعیم احمد صاحب کے نام سے وہاں چھپا تھا۔ محمد اکرم جاوید صاحب شاید یہ حوالہ دینا بھول گئے ہوں۔ قارئین اس تصحیح کو بھی نوٹ فرمالیں۔ شکریہ

## درخواستِ دعا

اسیرانِ راہِ مولیٰ عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔ نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں۔ احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان پریشانیوں اور ابتلاؤں سے جلد نجات دے۔

(ادارہ)

تبرکات

# صبح اور شام کی گواہی

## ارشاد حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھویں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔

تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہای ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا........" ("کشتی نوح" صفحہ 12۔13)

# ہمارا کام ـــــ ہمارا فرض

## حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں
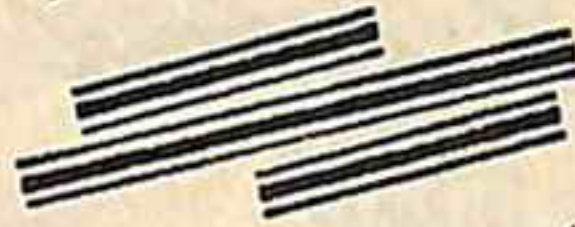
قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر فرماتے ہیں:۔

"ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم لوگوں کو منوا دیں البتہ یہ کام ہمارا ہے اور ہونا چاہیئے کہ ہم انہیں حق پہنچا دیں۔ وہ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام ہے۔ وہ اگر اپنا فرض پورا نہیں کرتے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم بھی اپنا فرض پورا نہ کریں۔

اس موقعہ پر مجھے ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ بیس برس سے دعا کر رہے تھے۔ وہ ہر روز دعا کرتے اور صبح کے قریب ان کو جواب ملتا بھونکتے رہو میں تو کبھی بھی تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ بیس برس گزرنے پر ایک دن ان کا کوئی مرید بھی ان کے ہاں مہمان آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ پیر صاحب رات بھر دعا کرتے ہیں اور صبح کے قریب ان کو یہ آواز آتی ہے۔ یہ آواز اس مرید نے بھی سنی۔ تیسرے دن اس نے عرض کیا کہ جب اس قسم کا سخت جواب آپ کو ملتا ہے تو پھر آپ کیوں دعا کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو بہت بے استقلال معلوم ہوتا ہے۔ بندے کا کام ہے دعا کرنا۔ خدا تعالیٰ کا کام ہے قبول کرنا۔ مجھے اس سے کیا غرض کہ وہ قبول کرتا ہے یا نہیں میرا کام تو دعا کرنا ہے سو میں کرتا رہتا ہوں۔ میں تو بیس سال سے ایسی آوازیں سن رہا ہوں۔ میں تو کبھی نہیں گھبرایا تو تین دن میں گھبرا گیا۔ دوسرے دن خدا تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ میں نے تیری وہ ساری دعائیں قبول کر لیں جو تو نے بیس سال کے اندر کی ہیں۔

غرض ہمارا کام پہنچا دینا ہے اور محض اس وجہ سے کہ کوئی قبول نہیں کرتا ہمیں تھکنا اور رکنا نہیں چاہیئے کیونکہ ہمارا کام منوانا نہیں۔ ہم کو تو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم کہہ سکیں کہ ہم نے پہنچا دیا"۔ ("منصب ...." صفحہ 38۔ 39)

# ٹوپی پہننے کو رواج دیں

## "قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع" فرماتے ہیں

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر فرماتے ہیں:۔

"ٹوپی سے انسان بہت سی بدیوں سے اس وجہ سے بچتا ہے کہ لوگ آپ سے ان بدیوں کی توقع نہیں کرتے۔ ٹوپی آپ کے مزاج کی تشخیص کر دیتی ہے اور تعین کر دیتی ہے لیکن جہاں تک (بیت الذکر) میں ٹوپی کا تعلق ہے اس کا ادب سے گہرا تعلق ہے۔ میں ایسے نوجوان جانتا ہوں کہ جب ان کو کہا جاتا تھا کہ ٹوپی پہنو تو کہتے تھے ثابت کرو کہ کہاں (حکم) ہے۔ کوئی ضروری نہیں اور اپنے والد کے سامنے بغیر ٹوپی کے جاتے ہوئے ان کی جان نکلتی تھی۔ وہاں جرات نہیں ہوتی تھی کہ دندناتے ہوئے ننگے سر چلے جائیں اور جب (بیت الذکر) میں روکتے تھے تو کہتے تھے کہ کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی خدا سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں باپ سے ڈرنا ضروری ہے اور باپ بھی وہ جلال والا باپ ہو۔ یہ نہایت بے ہودہ حرکتیں ہیں، یہ بے ہودہ بحثیں ہیں۔ اگر تم ٹوپی اتار کر اس طرح دندناتے ہوئے پھرو گے تو زبردستی تو تم پر کوئی نہیں ہو سکے گی۔ جماعت کا کوئی نظام تمہیں سزا نہیں دے گا مگر تم اپنے آپ کو جو سزا دے رہے ہو، تم نے جو بے روی کی راہ اختیار کی وہ تمہیں سب برکتوں سے محروم کر دے گی۔ خدا کے حضور جھکنے کے لئے جس قسم کی عاجزانہ روح کی ضرورت ہے وہ روح باہر چھوڑ کر جا رہے ہو اور (بیت الذکر) میں زینت لے کر نہیں جا رہے۔ حالانکہ قرآن فرماتا ہے کہ اے لوگو (بیت الذکر) میں زینت لے کر جایا کرو۔ (بیت الذکر) کی سب سے بڑی زینت تقویٰ ہے۔ ادب ہے۔ حیاء ہے اور ٹوپی کا سر سے اترنا اس زینت کے بالکل برخلاف اور مخالفانہ بات ہے۔ پس ان تقاضوں کو پورا کرنا چاہیئے اور ہماری فطرت میں جو بات داخل ہے اس کو مدنظر رکھنا چاہیئے....."

(ارشاد فرمودہ 26 مارچ 1993ء)

# عبادت گاہوں اور عابدوں کا احترام

## سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مکرم ظفر اقبال ساہی صاحب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری کا ایک عظیم الشان پہلو



عبادت گاہوں اور معبدوں اور عابدوں کا احترام آپ کی سیرت کا ایک خاص دلکش پہلو ہے۔ غیر مذاہب کی عبادت گاہوں کو کوئی نقصان پہنچانا تو کجا محسن انسانیت نے تو ان کے معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"کہ تم انہیں جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو نہیں تو وہ دشمن ہو کر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے"۔ (الانعام:109)

اس آیت نے ان تمام مذہبی پیشواؤں اور دینی راہنماؤں کی حرمت کو بھی قائم کر دیا ہے جو کسی قوم کی سرداری کے منصب پر فائز ہوں۔ یہ ایسا سنہری اصول ہے جو امن عالم کی بنیاد بن سکتا ہے۔ انسان سے سچا پیار ہو اور دل میں خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات موجزن ہو تو دشمنوں کو بھی گلے سے لگانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تو سکھایا ہے۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد نبوی میں مشرکوں کو ٹھہرالیا کرتے تھے جو دنیا کی سب سے مقدس مسجد تھی۔ چنانچہ جب نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اسے آپؐ نے مسجد نبوی کا مکین بنایا۔ یہی نہیں بلکہ جب مسیحی عبادت کا وقت آیا اور ان لوگوں نے مسجد میں نماز ادا کرنی چاہی تو صحابہ کرامؓ نے منع کیا لیکن رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ (اسباب النزول صفحہ 53)

یہود کا اسلام اور داعی اسلام کے ساتھ کیا رویہ تھا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ یہود بھی نجرانی عیسائیوں سے ملنے مسجد نبوی آیا کرتے تھے اور گھنٹوں بات چیت کیا کرتے تھے۔ ان کی آمد پر بھی کبھی کسی طرح پابندی عائد نہیں کی گئی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب نصاریٰ کا گروہ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور عصر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے۔ ان کی نماز کا بھی وقت آیا۔ وہ مسجد سے جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا نماز یہیں پڑھ لو تو ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

طائف کا ایک دور وہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین اسلام کے لئے پہنچے تو آپؐ کو لہولہان کر دیا گیا۔ دوسرا دور یہ تھا کہ 8 ہجری میں طائف اسلام کی قوت

سے مرعوب ہوچکا تھا۔ چنانچہ اہل طائف کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وفد کا رئیس عبد یالیل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ طائف میں قدم رکھا تھا تو یہی عبد یالیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں پیش پیش تھا اور آج ایک وفد کا رئیس بن کر جھکی ہوئی گردن اور جھکی ہوئی آنکھوں کے ساتھ حاضرِ دربار تھا۔

لیکن معلوم ہے کہ اس بدترین، بدتہذیب اور آزار رساں دشمن کے ساتھ امن کے شہزادے نے کیا برتاؤ کیا۔ اس کافر کو نبی معصوم نے دنیا کے سب سے مقدس مقام مسجد نبوی میں اتارا۔ صرف اسی کو نہیں اس کے ساتھیوں کے لئے بھی صحن مسجد میں خیمے نصب کرا دیئے گئے اور یہ لوگ بلا تامل اس میں ٹھہرائے گئے اور پھر ان کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا گیا۔ جب اس وفد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے نصب کرائے تو صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ یہ پلید مشرک قوم ہے۔ مسجد میں ان کا ٹھہرانا مناسب نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "انما المشرکون نجس" میں دل کی طرف اشارہ ہے۔ جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں اور نہ کوئی انسان ان معنوں میں پلید ہے کیونکہ سب انسان پاک ہیں اور وہ ہر مقدس سے مقدس جگہ پر جاسکتے ہیں۔ (احکام القرآن۔ جلد 3۔ صفحہ 109)

جہاں تک مخالفین کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا ایک مقصد ہر مذہب کی عبادت گاہ کو انہدام اور بربادی سے بچانا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

"اگر اللہ تعالیٰ کفار میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ شرارت سے باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے"۔ (الحج: 41)

غزوات النبی کی ساری تاریخ اس دعویٰ کی گواہ بن کر کھڑی ہے اور غیر متعصب دشمن بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ ڈی ڈی ڈبلیو لائٹز لکھتے ہیں:۔

"فی الواقعہ ان تمام لوگوں کی تمام دلیلیں گرجاتی ہیں جو محض اس بات پر قائم ہیں کہ جہاد کا مقصد تلوار کے ذریعے سے اسلام پھیلانا تھا کیونکہ بخلاف اس کے سورۃ حج میں صاف لکھا ہے کہ جہاد کا مقصد مسجدوں اور گرجاؤں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں اور زاہدوں اور عابدوں کی خانقاہوں کو بربادی سے محفوظ رکھنا ہے"۔ (بحوالہ مذہب کے نام پر خون۔ صفحہ 61)

اس مضمون میں مولانا رئیس احمد جعفری نے کیا عمدہ نقطہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ان تمام آیات میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کی کیسی زبردست تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ جہاں مسجد کا ذکر فرمایا وہاں گرجاؤں، اہل کتاب کی عبادت گاہوں، عام عبادت گاہوں کا بھی احترام اور تقدس کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اور غایت درجہ کی رواداری دیکھیئے کہ مسجد یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ کا ذکر سب سے آخر میں فرمایا حالانکہ مسجد کو بڑی آسانی سے مقدم اور دوسری عبادت گاہوں کو مؤخر کیا جاسکتا تھا۔ کیا اس سے بڑھ کر رواداری کی

مثال کہیں مل سکتی ہے"۔ (اسلام اور رواداری صفحہ 151)

رسول اللہؐ کے بیان کردہ قوانین میں صرف یہی نہیں کہ غیروں کی عبادت گاہوں کو بری نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ جان پر کھیل کر بھی ان کی حفاظت کی جائے۔ چنانچہ 4 ہجری میں رسول اللہؐ نے سینٹ کیتھرائن کے راہبوں اور عیسائیوں کو پوری آزادی اور وسیع حقوق عطا کئے اور ساتھ ہی اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اگر کوئی مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا، اس کے احکام کے خلاف کرنے والا اور اپنے ذہن کو ذلیل کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ اس حکم کی رو سے خود پیغمبرؐ ان کے ذمہ وار ہوئے نیز پیرووں کو تاکید کی کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمنوں سے بچائیں اور تمام مضر اور تکلیف دہ چیزوں سے پورے طور پر ان کی حفاظت کریں۔ نہ ان پر بے جا ٹیکس لگایا جائے، نہ کوئی اپنی حدود سے خارج کیا جائے، نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے اور نہ کوئی زائر اپنی زیارت سے روکا جائے اور نہ مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجے مسمار کئے جائیں۔ حضور اکرمؐ نے اس مشہور معاہدہ میں یہ بھی لکھا کہ اگر عیسائیوں کو گرجاؤں اور صوامع کی تعمیر میں یا اپنے کسی مذہبی امر میں مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کو ہر طرح ان کی اعانت کرنا چاہیئے۔ اس معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک مشہور مستشرق لکھتا ہے:۔

"یہ شرائط ہیں اس سند کی جو پیغمبرؐ اسلام نے عیسائیوں کو عطا کی تھی۔ یہ ایک نہایت اور عظیم الشان پروانہ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کی مساوات اور حقوق کی ایک شریفانہ اور قابل وقعت یادگار ہے"۔ (جنگ روس و روم کاسل ایڈمنڈ اولیٰ جلد اول صفحہ 172)

اہل نجران کے ساتھ بھی اسی قسم کا عہد کیا گیا۔ سر ولیم میور رقم طراز ہے:۔

"پیغمبرؐ نے بشپوں، پادریوں اور راہبوں کو یہ تحریر دی کہ ان کے گرجاؤں، عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں ہر ایک چھوٹی بڑی چیز جیسی تھی ویسی برقرار رہے۔ خدا اور اس کے رسول نے یہ عہد کیا کہ نہ کوئی بشپ اپنے عہدے سے اور نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور نہ کوئی پادری اپنے منصب سے خارج کیا جائے اور نہ ان کے اختیارات، حقوق اور معمول میں کسی قسم کا تغیر ہونے پائے۔ (لائف آف محمدؐ سر ولیم میور)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ جب کوئی فوج روانہ فرماتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر ہدایت فرماتے کہ غیر مسلم اقوام کی عبادت گاہوں اور ان کے مذہبی بزرگوں کا پورا پورا احترام کیا جائے۔

حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المقدس کی فتح پر عیسائیوں کو جو مراعات دی گئیں ان کا ذکر اس معاہدہ میں ملتا ہے:۔

"اہل ایلیا کو جان و مال کی آزادی دی جاتی ہے۔ ان کے کنیسوں کی آزادی تسلیم کی جاتی ہے، ان کی ساری قوم

کی آزادی کا وعدہ کیا جاتا ہے، ان کے کنائس کو نہ توڑا جائے گا، نہ انہیں نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کو دین بدلنے پر مجبور کیا جائے گا، نہ ان کو مذہبیت کی اساس پر خوامخواہ تکلیف دی جائے گی، نہ ان کی صلیبوں اور دوسری چیزوں کو برباد کیا جائے گا"۔ (تاریخ طبری فتح بیت المقدس جلد 3۔ صفحہ 105)

٭ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک نسطوری پادری نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جس میں وہ اپنے علاقہ کے سیاسی حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"مسلمان ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور فریسیوں کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں"۔

(یاداشت فتوح الشام صفحہ 106)

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے ذمیوں کے بعض مذہبی حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے صرف ان حقوق کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ ان کو نئے سرے سے قائم کیا۔ دمشق میں عیسائیوں کا ایک گرجا جو خاندان بنو نضیر کی جاگیر میں آگیا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں اس کا دعویٰ کیا اور انہوں نے اس کو واپس دلا دیا۔ ایک اور مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدے میں داخل ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے"۔ (فتوح البلدان صفحہ 130)

دمشق میں عیسائیوں کا سب سے بڑا کنیسہ یوحنا تھا۔ حضرت امیر معاویہ اور عبدالملک بن مروان نے اس کو بیش قرار قیمت پر لے کر مسجد میں شامل کرنا چاہا لیکن عیسائی راضی نہیں ہوئے۔ ولید نے بھی یہ کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بالآخر اس نے جبراً گرجے کو منہدم کرا کے مسجد میں شامل کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور خلافت آیا تو عیسائیوں نے اس کی واپسی کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو واپس کر دیا۔ لیکن تمام مسلمانوں کو سخت رنج ہوا اور انہوں نے اس کے عوض میں نوطے کے تمام گرجے ان کے حوالے کئے اور ان کو اس مطالبہ سے باز رکھا۔

(فتوح البلدان صفحہ 132)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی رواداری کا یہ سورج تو بگڑے ہوئے ادوار میں بھی جلوہ نمائی کرتا رہا۔ چنانچہ معتصم باللہ (833 تا 843ھ) کے عہد میں ایک مسلمان سپہ سالار نے ایک امام اور مؤذن کو صرف اس بناء پر درے لگائے کہ انہوں نے ایک آتش کدے کو مسمار کر کے اس جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی تھی۔

(دعوت اسلام صفحہ 212)

ہندوستان میں ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے حکومت کی۔ بہت سی غلطیاں بھی ہوئیں مگر مذہب کی روح آزادی کو نہیں کچلا گیا۔ اس کی زندگی کا ثبوت بابر کی وہ وصیت ہے جو اس نے اپنے جانشین ہمایوں کے لئے لکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے:۔

"اے پسر سلطنت ہندوستان مختلف مذاہب سے پر ہے۔ الحمدللہ کہ اس کی بادشاہت تمہیں عطا ہوئی۔ تمہیں

لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہب لوح دل سے دھوڈالو اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب وملت کے طریق کار کا لحاظ رکھو جس کے بغیر ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کرسکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ ہی سے مرہون منت ہوتی ہے۔ جو قوم یا ملت حکومت کی مطیع اور فرمانبردار ہے اس کے مندر اور مزار برباد نہ کئے جائیں۔ عدل و انصاف ایسا کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش ہو۔ ظلم وستم کی نسبت احسان اور لطف کی تلوار سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے۔ شیعہ اور سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو ورنہ اسلام کمزور پڑجائے گا۔ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں اس طرح مختلف مذاہب کی رعایا کو ملاجلا کر رکھو اور ان میں اتحاد عمل پیدا کرو تاکہ جسم سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے"۔ (انڈین اسلام بحوالہ رودِ کوثر صفحہ 17)

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں بعض نادانوں نے مندروں کو نقصان پہنچایا تو اورنگزیب نے اس کا سخت نوٹس لیا اور متعلقہ حکام کو سرزنش کی۔ چنانچہ انہوں نے ابوالحسن کو تحریر فرمایا:۔

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیم مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم بنارس کے گردو نواح کے ہندوؤں پر ظلم وستم کرتے ہیں اور مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جن کا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کرے"۔ (روزنامہ خلافت جلد 5 صفحہ 60، مورخہ 8 اگست 1926ء)

قرآن کریم تو جسموں پر نہیں روحوں پر فتح حاصل کرنے کا دعویدار ہے اور اگر اس کی تعلیم سچائی سے قائم کی جائے تو غیر مسلم اپنے مذہبی حکمرانوں پر اسلامی سلطنت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ انسان توامن وسکون کا متلاشی ہے اور جہاں سے اسے یہ چیز ملے وہی جگہ اس کی محبوب ہوگی۔ چنانچہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب ترک مسلمان اور ہنگری کے عیسائی برسرپیکار تھے تو ایک شخص جارج برنیکووچ جو کریگ چرچ کا پیرو تھا ہنگری کے بادشاہ ہیناڈس سے پوچھتا ہے کہ اگر تم فتحیاب ہوئے تو کیا کروگے۔ اس نے جواب دیا کہ تمام باشندوں کو جبراً رومن کیتھولک بناؤں گا۔ اس کے بعد برنیکووچ سلطان ترکی کی خدمت میں گیا اور ان سے بھی یہی سوال کیا۔ وہاں سے یہ جواب ملا کہ میں ہر مسجد کے قریب ایک گرجا بناؤں گا اور تمام لوگوں کو اجازت دوں گا کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق خواہ مسجدوں میں سجدہ کریں یا گرجاؤں میں صلیب کے سامنے جھکیں۔

جب اہل سرویا نے یہ سنا تو انہوں نے لاطینی چرچ کا محکوم بننے کے مقابلہ میں سلطان ترکی کی اطاعت کو زیادہ پسند کیا۔ (ٹرکی ان یورپ صفحہ 279۔ دعوت اسلام صفحہ 198)

یہ ساری برکتیں اس وجود کی بدولت ہیں جسے اس کائنات کے خدا نے محمدؐ قرار دیا ہے۔ وہ واقعتاً قابل

تعریف ہے اپنے حسن اور احسان اور ذخیرہ کر دینے والی اعلیٰ ترین صفات کی وجہ سے اس تعلیم پر اگر دنیا آج بھی عمل کرنا شروع کر دے تو امن و آشتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ برنارڈشا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"میری بڑی تمنا ہے اور میں اسے واجب سمجھتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کے نجات دہندہ کی حیثیت سے دیکھوں اور میرا تو اعتقاد ہے کہ محمدؐ جیسی شخصیت کو اگر آج کے عالم جدید کی عنان حکومت دے دی جائے تو دنیا اپنی مشکلات کے حل تلاش کرنے میں کامیاب و بامراد ہو جائے گی اور اس کے اندر امن و سلامتی کی لہر دوڑ جائے گی۔ کاش دنیا اس جیسے مصلح کی ضرورت محسوس کرتی"۔ (بحوالہ نقوش رسولؐ نمبر جلد 4 صفحہ 551)

حقیقت یہ کہ دنیا اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہے اور آج اس کے غلاموں کے ذریعہ دنیا میں امن کا ایک نیا دور قائم کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔ آج کُل عالم کو ہم اس کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ اسی سے دنیا کی نجات وابستہ ہے۔

تم نے اگر "خالد" جاری کیا ہے تو تم اس کی خریداری بڑھاؤ۔ (حضرت مصلح موعود)

## دُعائے مغفرت

مکرم قمر احمد صاحب محمود کارکن شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے والد محترم چوہدری عبدالحئی صاحب (محلہ دارالرحمت شرقی ب ربوہ) مورخہ ۱ جولائی ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ بعمر ۶۱ سال وفات پاگئے۔ اسی روز بعد نماز مغرب بیت رجیکی میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور عام قبرستان میں تدفین کے بعد محترم چوہدری عبدالغفور صاحب صدر محلہ دارالرحمت شرقی ب نے دعا کروائی۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ۳ بیٹے اور ۲ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحوم سلسلہ سے محبت رکھنے والے ملنسار، مہمان نواز تھے۔ احباب جماعت سے ان کی بلندی درجات اور لواحقین کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔



ماہنامہ "خالد" کی اشاعت بڑھانا ہر خادم کی اولین ذمہ داری ہے۔ (مینیجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

"یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یارب"

رفیقِ باصفا ۔۔۔ شیخ باوفا

# حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

"اگر تابعین نے کبھی رفقاء سا رنگ اختیار کیا ہے تو حضرت شیخ صاحب اس کی بہترین مثال ہیں"



اس مضمون کی تیاری میں مکرم غلام مصطفیٰ منصور صاحب کا مقالہ "حضرت شیخ محمد احمد مظہر کے حالات زندگی اور کارنامے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ 463 صفحات پر مشتمل ہے۔ موصوف نے یہ مقالہ 1990ء میں جامعہ احمدیہ سے "شاہد" کی ڈگری کے حصول کے لئے لکھا۔ اس مضمون میں جو انٹرویوز ہیں وہ مکرم غلام مصطفیٰ صاحب نے ہی لئے ہیں۔ اس مضمون کو ازسر نو مکرم احمد طاہر صاحب مرزا نے مرتب کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اپنی "جانشینی" سے قبل ایک مضمون میں حضرت شیخ صاحب کے بارہ میں رقم فرماتے ہیں:-

"محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صاحب علم و عمل بزرگوں میں آپ ایک معلوم مقام رکھتے ہیں۔ اردو اور فارسی کے متبحر عالم، عربی، انگریزی اور کثیر تعداد میں دوسری زبانوں کے مادوں کا وسیع اور گہرا علم رکھنے والے ایک ماہر فن باریک بین وکیل، ایک بلند پایہ شاعر و نثر نگار اور جماعت احمدیہ کے دیرینہ مخلص خادم کی حیثیت سے آپ معلوم و معروف ہیں۔

ایک قابل وکیل کی حیثیت سے اور اس وجہ سے کہ امارت شہر و ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے علاوہ بھی متفرق جماعتی ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر عائد ہیں۔ آپ کی زندگی نہایت ہی مصروف الاوقات ہے۔ لہٰذا اپنی علمی اور ادبی متفرق دلچسپیوں کے لئے آپ کا وقت نکال لینا ایک تعجب انگیز امر ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ تقریباً تیس سال سے آپ نے ایک ایسے ٹھوس وسیع و عمیق علمی کام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ جس کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے فی الحقیقت محنتی علماء کی ایک پوری جماعت درکار تھی۔ ماہرین السنہ صدیوں کی علمی کاوشوں کے بعد بھی جس حقیقت کو پا نہ سکے تھے حضرت اقدس مسیح موعود..... نے الہام الٰہی کی روشنی میں اسے پایا۔ اور اس علم کے میدان میں یہ انقلابی اعلان فرمایا کہ دنیا کی ہر زبان کا منبع عربی زبان ہے جو کہ الہامی ہے۔ اور کوئی ایک لفظ بھی کسی زبان میں ایسا نہیں جو ابتداءً عربی سے ماخوذ نہ ہو۔ محترم شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطاء فرمائی کہ تن تنہا اس عظیم الشان کام کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ چنانچہ تیس سال کی

مسلسل انتھک محنت اور راتوں کے دیئے جلانے کے بعد آپ آج تک دنیا کی اکثر معروف زبانوں کے مادوں کا عربی زبان میں سے ماخوذ ہونا ثابت فرما چکے ہیں اور اس موضوع پر مختلف زبانوں کی بڑی بڑی لغات کو باقاعدہ اصولوں کے تحت حل فرما چکے ہیں۔ ایک مصروف الاوقات شخص کا تن تنہا یہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دینا ایک غیر معمولی امر ہے"..... (بحوالہ مضامین مظہر صفحہ 6-4)

## وطن

حضرت شیخ صاحب وطن کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"آبائی وطن شہر مظفر نگر سے بیس میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے۔ بڈھانہ نامی جو ہمارا قدیمی وطن ہے لیکن دادا صاحب اور ان کے چچا فیض اللہ صاحب قصبہ باغپت ضلع میرٹھ میں ملازم تھے اور شیخ فیض اللہ صاحب باغپت میں تحصیلدار تھے۔ والد صاحب کی پیدائش باغپت میں ہوئی اور اکثر تعلیم بھی وہیں پائی۔ اس سے پیشتر دادا صاحب گجرات اور جالندھر میں منصرم رہے تھے اور بندوبست میں کام کرتے تھے۔ یہاں پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ صوبہ پنجاب میں جب ابتدائی بندوبست ہوئے تو بندوبست کے اکثر کارکن یوپی سے لائے گئے تھے اور ہمارا خاندان قانونگو کہلاتا تھا۔

مغلوں کے وقت سے اراضی کے متعلق قوانین کا جاننا اور بندوبست اراضی کرنا ہمارا خاندانی پیشہ تھا"۔

## کپورتھلہ چلے آنا

تقریباً سترہ سال کی عمر میں اپنا آبائی وطن چھوڑ کر آپ کپورتھلہ آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے چچا حافظ رحمت اللہ صاحب قصبہ سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں تحصیلدار تھے۔ ان کے اولاد نہ تھی اور والد صاحب کو اپنے بیٹے کی طرح وہ محبوب جانتے تھے۔ (...رفقائے احمد جلد 4: صفحہ 403)

## آپکے خاندان کا مختصر تعارف

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا خاندان نہایت معروف خاندان ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی حضرت مسیح موعود..... کے فدائی اور اولین ساتھیوں میں شامل ہیں۔ حضرت مسیح موعود..... کے تین سو تیرہ رفقاء میں آپ کا اسم مبارک نویں نمبر پر ہے۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر اپنے خاندان کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"مشتاق احمد عرف محمد ابراہیم ہمارے دادا کا نام تھا جو بہت ہی عبادت گزار اور درود و وظائف پڑھنے والے بزرگ تھے۔ والد صاحب کے بیعت کرلینے کے بعد دادا صاحب بھی حضرت مسیح موعود..... کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی دادا صاحب کا انتقال ہوگیا۔ یہ معلوم نہیں کہ بعد بیعت حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا یا نہیں۔ والد صاحب کے تین اور بھائی تھے جو تینوں حافظ قرآن تھے۔ والد صاحب خود حافظ تو نہ تھے لیکن قرآن شریف خوب یاد تھا اور حافظے کی مدد سے ہر

مضمون کی آیت پڑھ دیتے تھے۔

فرماتے کہ جب تمہارے دادا کے فوت ہونے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے پوچھا آپ کیا دعا مانگ رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے میں دعا کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ تمہیں بہت اولاد دے۔ خدا کی شان ہے کہ والد صاحب کے تینوں بھائی بے اولاد رہے اور والد صاحب کی وفات کے وقت ان کے اولاد و احفاد پچیس نفوس تھے اور صرف والد صاحب کی شاخ ہی آگے چلی"۔ (رفقائے احمد جلد:4 صفحہ 2۔3)

آپ کے والد حضرت منشی ظفر احمد صاحب براہین احمدیہ پڑھ کر احمدیت کے قریب ہوئے اور جب 1885ء میں جب حضرت مسیح موعود... نے باذن الٰہی بیعت لی تو آپ بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد خادم کا اپنے آقا سے تعلق محبت پختہ تر ہوتا گیا۔ آپ ایک زود نویس تھے۔ حضور اقدس کے خطوط کے جوابات آپ لکھا کرتے تھے۔ "جنگ مقدس" کی کتابت آپ نے ہی کی تھی۔ حضرت مسیح موعود..... بھی آپ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ سفر میں اکثر آپ حضور کے ساتھ رہتے۔ اس واقعہ سے بھی آپ کے ساتھ محبت اور قربت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ خود راوی ہیں کہ:-

"جب میں قادیان میں ہوتا تو حضور کی ڈاک میرے سپرد ہوتی۔ میں ڈاک سنایا کرتا تھا۔ ایک خط پر لکھا ہوا تھا کہ کوئی دوسرا نہ کھولے۔ باقی خطوط تو میں نے سنائے لیکن وہ خط حضور کے پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا کھول کر سنائیں۔ دوسرے کے لئے ممانعت ہے۔ ہم اور آپ کوئی دو ہیں"۔ (رفقائے احمد جلد:4 صفحہ 92)

## پیدائش

آپ نومبر 1894ء کو کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے متعلق حضرت شیخ صاحب بیان فرماتے ہیں:-

"جب میری پیدائش ہوئی تو والد صاحب نے حضرت مسیح موعود... کو اطلاع نہیں دی تھی کہ حضور نے خود ہی والد صاحب کو خط لکھا کہ "لڑکا نوزاد مبارک ہو۔ اس کا نام محمد احمد رکھیں۔ خداتعالیٰ باعمر کرے"۔ (آمین)

(یہ خط محترم شیخ صاحب کے پاس موجود تھا۔ اب بھی ان کے مسکن میں موجود ہے)

یکم جنوری 1993ء کو خطبہ جمعہ میں آپ نے حضرت شیخ صاحب کے بارہ میں فرمایا:-

"میں نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے ان کو "رفیق" بیان کر دیا تھا۔ دراصل آپ کی پیدائش 14 نومبر 1894ء کی ہے جب کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب ان کے بزرگ "رفیق" والد تھے۔ وہ اس سے پہلے احمدی ہو چکے تھے اور یہ پیدائشی احمدی تھے۔ تو چونکہ مجھے یاد تھا کہ یہ پچھلی صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کے زمانے کا ایک بڑا حصہ انہوں نے پایا اس لئے میں نے "رفیق" کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں ایک خط کا اقتباس میرے سامنے ہے جو حضرت

اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے شیخ محمد احمد صاحب کی پیدائش پر ان کے والد کے نام مبارک باد کا خط لکھا۔ خط یہ ہے "محبی اخویم منشی ظفر احمد صاحب...... لڑکا نوزاد مبارک ہو"۔ اپنے رفقاء کی دلداری کے لئے اپنے ہاتھ سے آپ خط بھی لکھا کرتے تھے۔ مگر تحریر مختصر اور بہت سے مضامین کو چند الفاظ میں سمیٹے ہوئے۔

"لڑکا نوزاد مبارک ہو۔ اس کا نام محمد احمد رکھ دیں۔ خدا تعالیٰ باعمر کرے"۔ یہ باعمر کرے والی بات جو ہے یہ ہر خط میں آپ نہیں لکھا کرتے تھے۔ کسی خط میں کوئی دعا ہوتی تھی کسی خط میں کوئی اور دعا ہوتی تھی اور یہ پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ جماعت کو بھی اپنے ان جذبات میں شریک کروں۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب کی عمر غیر معمولی حالات میں بہت سخت بیماریوں کا شکار رہنے کے باوجود خدا کے فضل سے لمبی ہوتی چلی گئی ہے اور ایک چھوٹا سا فقرہ دعا کا یہ تھا:۔

"خدا تعالیٰ باعمر کرے"

تو باعمر تو ہو گئے۔ اب سو سال پورے ہونے میں چار سال رہتے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ اگلی صدی بھی دیکھیں۔ عمر کی اگلی صدی بھی اور دوسری بھی۔ یہ تو ہماری خواہش ہے۔ تمنا ہے۔ لیکن یہ دعا ضرور ساتھ کرنی چاہیئے کہ صحت و عافیت کی شرط کے ساتھ۔ باہوش و بامراد رہتے ہوئے۔ ایسی حالت میں لمبی زندگی کی دعا کرنا مناسب نہیں کہ انسان صاحب فراش بن چکا ہو۔ اور حضرت شیخ صاحب کے متعلق تو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں بڑے خوددار انسان ہیں اور ادنیٰ سا بوجھ بھی کسی پر ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہماری تمنا اور خواہش ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو بھی منظور ہو اسی پر ہم راضی ہیں۔ پس ان کو جو "رفیق" لکھا گیا کچھ تو اس وجہ سے کہ خیال تھا کہ ضرور گئے ہوں گے کسی وقت لیکن تعجب ہوا ہے یہ معلوم کرکے کہ کبھی بھی حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی خدمت میں خود حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا اور اس زمانے میں جو بعض عشاق "رفقاء" تھے ان کے عشق کی عجلت نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ بعض دفعہ انسان ایک خیال میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ اپنے گردوپیش اپنے ماحول اپنے بچوں تک کی فکر نہیں رہتی۔ وہ اس شدت کے جذبے سے قادیان کی طرف کھنچے جایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی ہوش نہیں تھی کہ میں اپنے بچے کو بھی لے جاؤں اور اس کو بھی "رفیق" بنالوں۔

مگر میں نے جو "رفیق" کہا ہے صرف عمر کی وجہ سے نہیں۔ ان کی ادائیں بھی "رفقاء" والی ہیں۔ پس میری غلطی تو اپنی جگہ لیکن ان سے تو پوچھیئے وہ اتنے کیوں پیارے ہوئے؟ جنہوں نے اپنی ساری زندگی "رفقاء" کی طرح صرف کی ہو۔ ان کو اگر غلطی سے "رفقاء" میں شمار کرلیا جائے تو انسانی نقطہ نگاہ سے تو غلطی ہے مگر خدا تو بغیر غلطی سے شامل کرسکتا ہے۔ پس آخری دعا جو میں کرتا ہوں اور آپ سے بھی گزارش کرتا ہوں یہ ہے کہ حضرت شیخ

محمد احمد صاحب کے لئے دعا کریں کہ میرے منہ سے جو غلطی سے نکلا تھا خدا کی تقدیر میں واقعۃً لکھا جائے اور ان کا شمار اللہ کے رجسٹر میں "رفقاء" میں ہو"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری 93ء بحوالہ الفضل 4 جنوری 93ء)

## بچپن۔ تعلیم

حضرت شیخ محمد احمد صاحب کے فرزند اکبر محترم شیخ حمید احمد صاحب ظفر آف لاہور بیان کرتے ہیں:۔

"والد صاحب کی پیدائش کے ایک سال بعد والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ تیسری جماعت تک کسی سے کچھ نہیں پڑھا۔ کسی سکول میں داخل نہیں ہوئے۔ چوتھی جماعت میں داخلہ لیا"۔

## سکول میں پہلا دن

"والد صاحب نے پہلے دن ہی استاد صاحب کی غلطی نکالی۔ استاد صاحب نے کہا انگریزی کے واولز (A.E.I.O.U) کے بغیر انگریزی کا کوئی لفظ نہیں ہوتا۔ ہر لفظ میں کوئی نہ کوئی واول ضرور ہوتا ہے اور اگر کوئی ایسا لفظ بتائے تو میں اسے انعام دوں گا تو آپ نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ "MY" میں واول نہیں ہے"۔

تعلیم کے بارہ میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا اپنا فرمودہ سنیئے۔ فرمایا:۔

"میں نے قاعدہ یسرنا القرآن پڑھنے کے بعد قرآن شریف خود ہی پڑھ لیا۔ پھر تھوڑی بہت اردو سیکھنے کے بعد چوتھی جماعت میں جا بیٹھا۔ پہلی دفعہ سالانہ امتحان دیا تو اول رہا۔ پھر 1915ء میں میں نے میٹرک کیا۔ میٹرک تک میں ہر سال اول آتا رہا۔ 1917ء میں میں نے ایف اے کیا اور ایف اے تک میں کپور تھلہ میں ہی پڑھتا رہا۔ میٹرک کے بعد مجھے مختلف امراض ہوگئیں۔ اس لئے میٹرک کے بعد کسی پوزیشن پر تو نہ آتا رہا لیکن ہمیشہ اچھے نمبروں سے پاس ہوتا رہا۔ پھر 1919ء میں بی۔ اے آنرز فارسی کے ساتھ کیا۔ میٹرک میں اتنی فارسی جانتا تھا کہ آنرز کا امتحان بغیر تیاری کے دے دیا اور تھرڈ آیا۔ اس کے بعد میں انگریزی میں ایم۔ اے کرنا چاہتا تھا مگر "قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر" کے ارشاد پر میں نے ایل ایل بی میں داخلہ لے لیا اور 1921ء میں وکالت کا امتحان پاس کرلیا"۔

اور 1921ء سے آپ نے کپور تھلہ میں وکالت کا کام شروع کردیا۔

## کھیل

آپ کرکٹ کھیلا کرتے تھے اور اس کا بہت شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپ مچھلی کا شکار بھی کیا کرتے تھے۔ کپور تھلہ کے قریب ایک ندی ہوتی تھی تو آپ فارغ وقت میں اپنے دوستوں کے ساتھ ندی پر شکار کے لئے جایا کرتے تھے۔

## حافظہ

خدا تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ سے نوازا تھا۔ فرماتے ہیں:۔

"خاکسار کی ولادت نومبر 1894ء کی ہے اور چار سال کی عمر سے مجھے واقعات بخوبی یاد ہیں....."۔ (رفقاء احمد جلد:4 صفحہ 1)

حضرت شیخ صاحب کو جملہ مشہور شعراء کے ہزاروں اشعار یاد تھے اور موقع و محل کے مطابق اشعار پڑھ دیا کرتے تھے۔ (خاکسار مدیر خالد کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ استاذی المکرم حضرت ملک سیف الرحمان صاحب (مرحوم) پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اشعار کے ضمن میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ صاحب کو دس ہزار اشعار زبانی یاد ہیں) اور اسی طرح کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔ محترم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر ضلع شیخوپورہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے فیصل آباد کچہری میں، میری شامت جو آئی تو ان (شیخ صاحب) کی موجودگی میں ایک شعر پڑھ دیا۔ فرمانے لگے مجھے دس ہزار شعر یاد ہیں۔ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا"۔

## شادی

حضرت شیخ صاحب کی اپنی روایت درج کی جاتی ہے۔ فرمایا:۔

"میرا نکاح "قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر" نے 29 دسمبر 1920ء جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان میں پڑھا اور رخصتانہ کی تقریب 1922ء کو مارچ کے مہینہ میں عمل میں آئی۔ میرٹھ میں میرے ننھیال ہیں اور وہی میرے سسرال ہیں"۔ (12 اکتوبر 1990ء کا ایک انٹرویو)

آپ کی شادی خانہ آبادی سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مشہور رفیق حضرت حامد حسین خان صاحب کی صاحبزادی محترمہ نور جہاں بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کا انتقال 14 اگست 1982ء کو ہوا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

## تصانیف

(1) آپ کے فارسی مجموعہ کلام کا نام "درد و درمان" ہے۔ 1959ء میں فیصل آباد سے شائع ہوا۔ یہ دیوان سات حصوں پر مشتمل ہے اور 140 صفحات پر مشتمل ہے۔

(2) مضامین مظہر: یہ کتاب آپ کے مختلف مضامین اور تقاریر کا مجموعہ ہے جو اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ مجلس انصار اللہ فیصل آباد نے 1972ء میں شائع کی۔ اس سے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (اپنی جانشینی سے قبل) رقم فرماتے ہیں:۔

"..... مضامین کا یہ مجموعہ کیا ہے بدلتے ہوئے نظاروں کی ایک سیر بین ہے۔ جس کی ہر کروٹ اور ہر حرکت پر مناظر کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں۔ کہیں احمدیہ ہوسٹل کی چند دلکش یادوں پر مشتمل مضمون، کہیں فن وکالت کے موضوع پر بیش قیمت تربیتی مضامین اور

فردوسی اور محمود کے مقدمہ کا تاریخی فیصلہ اور کہیں ایک عظیم الشان درویش شاعر حضرت بسمل صاحب کا تعارف کہ جن کی علمی شخصیت موجودہ نسل کی نگاہوں سے اوجھل ہوچکی ہے۔

ARABIC THE SOURCE OF ALL LANGUAGES - 3

311 صفحات پر مشتمل یہ کتاب دسمبر 1963ء میں ربوہ سے شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شیخ صاحب نے یہ بات ثابت کی ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ 28 مارچ 65ء کو "پاکستان ٹائمز" نے ایک تبصرہ لکھا:-

"کتاب زیر نظر کا ہر صفحہ حیرت انگیز اور دلاویز ہے۔ مصنف کے دریافت کردہ فارمولے روشن مثالوں سے مزین کئے گئے ہیں اور جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی ہے وہ ایک حسابی صداقت کی طرح بپائیہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے"۔

ENGLISH TRACED TO ARABIC (4)

351 صفحات پر مشتمل یہ کتاب نومبر 67ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے انگریزی زبان کا منبع عربی زبان ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب چار حصص پر مشتمل ہے۔ موقر ادبی رسالہ "صحیفہ" نے اپریل 1970ء میں مصنف کی 20 سالہ محنت شاقہ کو ان الفاظ میں سراہا:-

"مصنف نے لسانیات کے شعبہ میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنہ عالم کے اولین ماخذ کے متعلق اختلافات ختم ہوجانے چاہئیں"۔

SANSKIRT TRACED TO ARABIC (5)

371 صفحات پر مشتمل یہ کتاب جنوری 82ء کو ربوہ سے شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شیخ صاحب نے سنسکرت زبان کا ماخذ عربی زبان کو ثابت کیا ہے۔ اس میں آپ نے دس فارمولے بیان فرمائے جو آپ نے "منن الرحمان" سے ماخوذ کئے ہیں۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے 7 مارچ 82ء کے الفضل میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب.... بیان فرماتے ہیں:-

".... سنسکرت کے بارہ میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ نہایت مشکل زبان ہے لیکن مصنف نے واضح اصولوں کے تحت آسان پیرائے میں اسے ماخذ کی طرف لوٹایا ہے۔ اس کے نتیجہ میں یہ مشکل زبان بھی نکھر کر عام فہم اور صاف اور روشن ہوجاتی ہے۔ گویا چاند بادلوں سے نکل آیا ہے....."۔

JAPANESE TRACED TO ARABIC - 6

جاپانی عربی زبان کا ماخذ ہے۔ یہ تحقیق 56 صفحات پر جون 1964ء کے ریویو آف ریلجنز میں شائع ہوچکی ہے۔

DUTCH AND SWEDISH TRACED TO ARABIC (7)

ڈچ اور سویڈش کا منبع عربی ہے۔ 62 صفحات پر مشتمل یہ تحقیق اپریل 65ء کے ریویو آف ریلجنز میں شائع ہوچکی ہے۔

GREEK TRACED TO ARABIC (8)

یونانی زبان کا منبع عربی ہے۔ یہ تحقیق نومبر 65ء کے ریویو آف ریلجنز میں شائع ہوچکی ہے جو 34 صفحات پر مشتمل ہے۔

ZIBETAN LANGUAGE TRACED TO ARABIC (9)

34 صفحات پر مشتمل یہ تحقیق مئی 1967ء کے ریویو میں شائع ہو چکی ہے۔

(10) ITALIAN TRACED TO ARABIC

50 صفحات پر مشتمل اطالوی زبان کی تحقیق فروری 68ء کے ریویو میں شائع ہو چکی ہے۔

(11)
EGYPTIAN SUMERIAN AND BANTU TRACED TO ARABIC

مصری، سمیرین، اکادین اور بنتور زبانوں کا منبع عربی ہے۔ 42 صفحات پر مشتمل یہ مقالہ مارچ 78ء کے ریویو میں شائع ہو چکا ہے۔

(12) HAUSA TRACED TO ARABIC

ہاؤسا کا منبع عربی ہے۔ یہ کتاب 154 صفحات پر مشتمل ہے۔ اور مارچ 1970ء میں لیگوس (نائیجیریا) سے مکرم محمد اجمل شاہد امیر جماعتہائے نائیجیریا کے توسط سے شائع ہوئی۔

(13) YORUBA TRACED TO ARABIC

136 صفحات پر مشتمل یہ کتاب بھی نائیجیریا کے امیر جماعتہائے کے توسط شائع ہوئی۔ یوربا کا منبع عربی ہے۔

اس کے علاوہ سینکڑوں مضامین روزنامہ الفضل اور الفرقان وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

## آپ کی خدمات

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی ساری زندگی اگر دیکھا جائے تو احمدیت کی خدمت کرنے میں صرف ہوئی۔ آپ نے وکالت کا آغاز کیا تو جماعت کی خدمت کرنے کے نقطہ نظر سے، اس کے علاوہ خلفائے احمدیت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے میں السابقون الاولون کا مظاہر کرتے رہے۔ تحریک شدھی ہو یا تحریک آزادی کشمیر ہر تحریک میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا عدیم المثال مظاہر کیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔

## امارت

1948ء کو "قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر" نے آپ کو لائلپور (فیصل آباد) کا امیر ضلع تجویز فرمایا۔ انتخاب میں بھی آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ اس وقت سے لے کر آپ مئی 1992ء تک امیر ضلع فیصل آباد رہے۔ جب بھی آپ میٹنگ عاملہ بلاتے تو ہر ایک سے مصافحہ کرتے اور ہر ایک کے مسائل سنتے۔

## وکالت

آپ نے 68 سال وکالت کی خدمات سرانجام دیں۔ جج صاحبان اور وکلاء آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ فیصل آباد کے وکلاء میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ آپ نے ہر مقدمہ میں سچ اور دیانت داری کو اولین شرط رکھا۔

## مجلس مشاورت

حضرت فضل عمر کے عہد مبارک میں 1922ء میں مجلس مشاورت کی ابتداء ہوئی۔ آپ نے 1923ء میں پہلی دفعہ مجلس کپورتھلہ کی نمائندگی کی اور تقسیم ہند سے

قبل نمائندگی کرتے رہے۔ پاکستان کے بننے کے بعد سے لے کر 1983ء تک آپ مجلس فیصل آباد کی نمائندگی کرتے رہے۔ حضرت فضل عمر کی بیماری کے ایام میں آپ مجلس مشاورت کی صدارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات کے بعد پینتالیسویں شوریٰ کے آپ صدر مجلس مقرر ہوئے۔ اسی طرح چھیالیسویں مجلس مشاورت جو 1965ء کو منعقد ہوئی اس کے صدارت کے فرائض حضرت فضل عمر نے آپ کو سونپے۔

## افتاء کمیٹی

1943ء میں حضرت مصلح موعود نے افتاء کمیٹی قائم فرمائی جس کا احیاء 1952ء میں عمل میں آیا۔ اس کمیٹی کے صدر حضرت ملک سیف الرحمان صاحب تھے۔ اس کے پندرہ ممبران میں حضرت شیخ صاحب بھی شامل تھے۔ (اس کمیٹی کا اعلان 11 صلح 1331ہش کو حضرت مصلح موعود نے الفضل میں اپنے قلم مبارک سے شائع کروایا)۔ حضرت شیخ صاحب 1952ء تا 1967ء اس کمیٹی کے ممبر رہے۔ 1967ء تا 1968ء صدر رہے۔ 1969ء تا 1975ء نائب صدر رہے اور بعد ازاں تادم آخر صدر کے عہدہ پر فائز رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد:15 صفحہ 49۔50)

## وقف جدید

27 دسمبر 1957ء کو سیدنا حضرت فضل عمر نے وقف جدید کا اجراء فرمایا۔ اس وقت سے لے کر مئی 1993ء تک حضرت شیخ صاحب اس کے صدر چلے آرہے تھے۔ وقف جدید میں آپ نے 36 سال خدمات سرانجام دیں۔ فجزاھم اللہ۔

## نگران بورڈ

مجلس مشاورت مارچ 1961ء میں ایجینڈا کی تجویز کے مطابق ایک نگران بورڈ مقرر ہوا۔ اس بورڈ کا یہ بھی فرض تھا کہ صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور مجلس وقف جدید میں رابطہ رکھے۔ اس فیصلہ کی تعمیل میں جو نگران بورڈ مقرر ہوا اس کے ممبران میں حضرت شیخ صاحب بھی شامل تھے۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 24 تا 26 مارچ 1961ء)

## صد سالہ جوبلی کمیٹی

محترم شیخ صاحب اس کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"میں شروع سے لے کر آخر تک جوبلی کمیٹی کا صدر رہا ہوں یعنی جب سے یہ شروع ہوئی۔ اور 23 مارچ 1990ء کو جوبلی کمیٹی تقریباً تمام ممبران کی موجودگی میں اختتام پذیر ہوئی۔

## 74ء کے جماعتی وفد میں شرکت

آپ کو ایک یہ بھی سعادت نصیب ہوئی کہ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش ہونے والے جماعتی وفد میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بھی شامل تھے۔ اس وفد کی نسبت سے حضرت شیخ صاحب کا ایک واقعہ

ملاحظہ فرمائیں جو آپ کی خداداد فراست اور آپ کے مقام روحانی کا بھی غماز ہے۔ مکرم رانا منظور احمد صاحب فیصل آباد کی روایت ہے:-

"ایک دفعہ محترم شیخ صاحب نے بیان فرمایا کہ 1974ء کی اسمبلی میں ایک موقع پر میں نے ایک "الفضل" "قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر" کے حضور پیش کیا۔ وہ اس طرح کہ میں گھر پر الفضل دیکھ رہا تھا۔ ایک الفضل دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ ساتھ لے چلوں شاید اس کی ضرورت پڑجائے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا وہی سوال عدالت میں پیش ہوگیا اور وہی سوال اس الفضل میں موجود تھا۔ چنانچہ اسی وقت الفضل میں نے حضور کی خدمت میں پیش کر دیا"۔

حضرت شیخ صاحب آخری وقت تک جماعت کی خدمات میں مصروف رہے۔ آپ کا سب سے نمایاں کارنامہ جو علمی حلقوں میں ہمیشہ یادگار اور مشعل راہ بنا رہے گا وہ آپ کا لسانیات کے اوپر ریسرچ ہے۔ جس میں آپ نے تقریباً 50 زبانوں کے بارہ میں ثابت کیا کر دیا ہے کہ ان کا منبع ام الالسنہ عربی زبان ہے۔ ان میں سے کچھ زبانیں درج ذیل ہیں:-

1۔ سنسکرت۔ 2۔ جاپانی۔ 3۔ تبتی۔ 4۔ چینی۔ 5۔ انڈونیشین۔ 6۔ پالی۔ 7۔ نیپالی۔ 8۔ تامل۔ 9۔ تلیگو۔ 10۔ گجراتی۔ 11۔ آرین روٹس۔ 12۔ مرہٹی۔ 13۔ پنجابی۔ 14۔ ہندی۔ 15۔ فارسی۔ 16۔ مصری۔ 17۔ سمیرین۔ 18۔ اکادین۔ 19۔ بنتو۔ 20۔ ہاؤسا۔ 21۔ یروبا۔ 22۔ سواحلی۔ 23۔ یوگنڈا۔ 24۔ اٹیو۔ 25۔ رین ین کور اکیگا۔ 26۔ انگریزی۔ 27۔ ڈچ۔ 28۔ سویڈش۔ 29۔ یونانی۔ 30۔ اطالوی۔ 31۔ روسی۔ 32۔ جرمن۔ 33۔ فرانسیسی۔ 34۔ لاطینی۔ 35۔ سپینش۔ 36۔ اسپرنٹو۔ 37۔ تاراہمارا (میکسیکو)۔ وغیرہم۔

## حضرت شیخ صاحب کا ایک پیغام

12 اکتوبر 1990ء کو ملاقات کے دوران عرض کی کہ آپ جامعہ احمدیہ کے طلباء کے لئے کوئی پیغام دیں۔ تو فرمایا:-

"جامعہ کے طالب علموں کو، جامعہ کے پروفیسر صاحبان علاوہ ان کے کورس کے دوسری کتابوں کا بھی مطالعہ کروائیں اور حضور کی عربی کتابیں جامعہ کے طلباء کو خود بخود پڑھنی چاہئیں۔ یعنی کورس کے علاوہ بھی طالب علموں کو خود مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جامعہ والوں کو درثمین فارسی تو ضرور پڑھنی چاہیئے کیونکہ حضرت مسیح موعود.... نے فرمایا ہے کہ "میری کتابوں کو کم از کم دو دفعہ ضرور پڑھیں"۔ اور فارسی کے لئے بہترین کتاب "بوستان" اور "گلستان سعدی" ضرور پڑھنی چاہئیں۔ یہ فارسی کی اعلیٰ پائے کی کتابیں ہیں۔ میں نے میٹرک میں ہی فارسی کی بہت سی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ اسی لئے بی۔ اے آنرز فارسی میں نے بغیر تیاری کے پاس کرلیا"۔

## جماعت کے لئے پیغام

اسی روز جماعت کے لئے پیغام فرمایا کہ:-

"جماعت کی ترقی اور کامیابی من و عن تابعداری و فرمانبرداری میں مرکوز ہے"۔

## وفات

افسوس صد افسوس کہ اتنا پیارا، قیمتی، بابرکت رفیق ہم سے جدا ہوگیا۔ آپ مورخہ 28 مئی بروز جمعہ پونے گیارہ بجے اپنی رہائش گاہ واقع چنیوٹ بازار فیصل آباد میں خالق حقیقی کو جا ملے۔

29 مئی 1993ء کو حضرت .... جماعت احمدیہ الرابع نے مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے اختتامی خطاب میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا نہایت شاندار الفاظ میں ذکر فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

"حضرت شیخ محمد احمد مظہر سلسلے کے بہت چوٹی کے بزرگ تھے۔ بہت متبحر عالم تھے۔ مجھے ان سے گہری ذاتی محبت تھی۔ وہ وقف جدید کے صدر تھے اور میں ان کا ماتحت تھا۔ ان میں رفقاء کا سارنگ تھا۔ اگر تابعین نے کبھی رفقاء کا سارنگ اختیار کیا ہے تو حضرت شیخ صاحب اس کی بہترین مثال تھے.... آپ بہت مرنجان مرنج اور بہت وسیع اخلاق کے حامل تھے۔ بہت متوازن شخصیت تھی۔ مولویت کا کوئی شائبہ آپ میں نہ تھا۔ نیکی کا ہر پہلو آپ میں نمایاں تھا۔ تقویٰ، طہارت اور حسن اخلاق کا وہ انداز تھا جو لوگوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتا تھا۔ فیصل آباد کی ساری جماعت آپ کی عاشق تھی..... آپ میں مزاح کی بہت خوبصورت حس تھی۔ ایک ہی لطیفہ بار بار اس انداز سے سناتے تھے کہ ہر بار نیا لطف پیدا کرتے تھے..... ایک دفعہ ایک دعوت میں ہر مہمان کو ایک ایک مرغ مسلم پیش کیا گیا۔ اتفاق سے ایک مہمان کے سامنے مرغ نہ لایا گیا۔ اس نے لوگوں کو متوجہ کرنے کا یہ طریق نکالا کہ زور زور سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ لوگ متوجہ ہوئے تو کہنے لگا کہ اللہ کی قدرت ہے کہ کل تک یہ مرغ اتنی طاقت والا تھا کہ ایک دیوار سے چھلانگ لگاتا اور دوسری پر جا بیٹھتا اور دوسری سے پھریری لیتا اور تیسری پر جا بیٹھتا۔ آج اس بدنصیب مرغ میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ ایک پلیٹ سے اڑ کر دوسری پلیٹ میں جا بیٹھے۔

ہماری زندگیوں کا بھی یہی حال ہے۔ جب تک حضرت شیخ صاحب زندہ تھے میں بار بار درخواست کرتا رہا کہ میں آپ کے پاس نہیں آسکتا آپ یہاں آجائیں۔ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے ممالک میں آپ کی قدر ہوگی۔ میں آپ کی سہولت کا ہر انتظام کر دوں گا۔ مگر وہ ہمیشہ یہی عذر کرتے کہ مجھ میں اب طاقت نہیں رہی۔ میں نے ایک نظم میں ایک شعر خاص طور پر ان کو ذہن میں رکھ کر کہا۔ وہ شعر تھا:۔

یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یا رب
یہ اک اور فصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے

لیکن مقدر کے سامنے کس کی چلتی ہے۔ اس موقعہ پر ہم یہی کہتے ہیں کہ "بلانے والا ہے سب سے پیارا"۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ صاحب کی خوبیوں کو آپ کی اولاد میں نسلاً بعد نسل جاری رکھے"۔ (آمین)

NASIR PACKAGES
اپنی مطلوبہ ضرورت کے لیئے ہم سے رابطہ کریں!
ہر سائز کے نالی دار گتّے کے ڈبے بنانے والے
ناصر پیکجز
S15 نزد سمال انڈسٹریز سٹیٹ کوٹ لکھپت لاہور،
ٹیلیفون فیکٹری : ۸۰۱۱۸۵
۸۰۱۵۳۲
پروپرائٹر: بشیر احمد وڑائچ۔ طاہر احمد وڑائچ

# یوگوسلاویہ
# ماضی۔ حال۔ مستقبل

مکرم نصراللہ خان صاحب ناصر

قبل اس کے کہ سابق یوگوسلاویہ کے بارہ میں کچھ کہا جائے جزیرہ نما خطہ بلقان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

بلقان (BALKAN) جنوب مشرقی یورپ میں دریائے ڈینوب اور دریائے ساوا کے جنوبی جانب پھیلا ہوا ہے۔ بحیرہ ایجہ (جنوب) بحیرہ آیونی اور بحیرہ ایڈریاٹک (مغرب) سے گھرا ہوا ہے۔ البانیہ، بلغاریہ، یونان، جنوب مشرقی رومانیہ، یورپین ترکی اور سابق یوگوسلاویہ پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر علاقہ پہاڑی ہے اور کوہستان بلقان کی بلند ترین چوٹی 7785 فٹ اونچی ہے۔ اس جگہ بلقانی جنگوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## بلقانی جنگیں۔ 1912ء۔ 1913ء

یورپین ترکی پر قبضہ کے لئے دو مختصر جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ (1912ء) میں سربیا، بلغاریہ، یونان اور مانٹی نیگرو نے ترکوں کو قسطنطنیہ کے سوا تمام یورپی مقبوضات سے نکال دیا۔ بڑی طاقتوں کے 1913ء کے علاقائی تصفیہ سے سربیا کو مایوسی ہوئی کیونکہ وہ آزاد البانیہ کے قیام کے باعث بحیرہ ایڈریاٹک سے کٹ گیا۔ اس کا مطالبہ یہ تھا کہ بلغاریہ مقدونیہ کے ایک بڑے حصہ کو اس کے حوالے کردے۔ یوں اس وجہ سے جلد ہی دوسری جنگ عظیم بھی چھڑ گئی۔ رومانیہ، یونان اور ترکی نے بلغاریہ کے خلاف سربیا کا ساتھ دیا۔ بلغاریہ کو شکست ہوئی اور 1913ء میں معاہدہ بخارسٹ کی رو سے حملہ آوروں کو اس کے مختلف علاقے مل گئے۔ بلقانی جنگوں نے جذبہ قومیت کو ابھارا اور پہلی عالمی جنگ کے اسباب پیدا ہوئے۔

## سابق یوگوسلاویہ

جنوب مشرقی یورپ میں جزیرہ نمائے بلقان کی ایک سوشلسٹ وفاقی جمہوریہ تھی جس کے شمالی مغرب میں اٹلی، شمال میں آسٹریلیا اور ہنگری، شمال مشرق میں رومانیہ، مشرق میں بلغاریہ، جنوب میں یونان اور البانیہ اور مغرب اور جنوب

مغرب میں بحیرہ ایڈریاٹک واقع ہیں۔ اس کا رقبہ 98766 مربع میل اور آبادی 230,00,000 نفوس ہے۔

اس کا دارالحکومت بلغراد ہے جس کو بیوغراد (BEOGRAD) بھی کہتے ہیں۔ بلغراد سربیا کا دارالحکومت بھی ہے۔ اس شہر کی آبادی 147073 ہے۔

بلغراد، زیگرب یا زغرب (ZAGREB) سکوپجی (SKOPJE) سارا جیوو (SARAJEVO) اور جوبلجان (LJUBLIANA) بڑے شہر ہیں۔ سابق یوگوسلاویہ میں بولی اور سمجھی جانے والے مشہور زبانیں سربوکروشین، سلوونین، مقدونین، ہنگریائی اور البانوی ہیں۔

41 فی صد آرتھوڈکس چرچ اور 23 فی صد رومن کیتھولک چرچ کے پیروکار ہیں۔ جب کہ اسلام کے پیروکاروں کا تناسب کل آبادی کا 12 فی صد ہے۔ دیگر 15 فی صد افراد یا تو لامذہب ہیں یا ان کا تعلق دیگر مذاہب سے ہے۔

سابق یوگوسلاویہ میں یوگوسلاوی دینار سکے کے طور پر رائج تھا۔ ساتویں صدی عیسوی کے پہلے نصف میں جزیرہ نمائے بلقان میں (SLAVE) قبیلے کے لوگ آباد تھے۔ نویں صدی عیسوی میں اس قبیلے کے لوگوں نے عیسائیت کو قبول کرلیا۔ بزنطینیوں، فرانکس، بلغاریوں، وینیشیوں اور ہنگری سے انتہائی جدوجہد کرنے کے بعد یہاں کے باشندوں نے یوگوسلاویہ کی جزوی ریاست قائم کی۔ جنگ عظیم اول کے بعد آسٹریا، ہنگری اور ترکوں کی باہمی چپقلش کے سبب یہاں کے مقامی باشندوں نے اسے متحدہ مملکت کی شکل دی۔

سربیا کا شاہ پیٹر اول حکمران بنا۔ 1929ء میں شاہ الیگزینڈر نے مطلق العنان ہونے کا اعلان کر دیا اور ملک کا نام یوگوسلاویہ رکھا۔ 1934ء میں شاہ الیگزینڈر کو قتل کر دیا گیا اور پیٹر دوم بادشاہ بنا۔

دوسری جنگ عظیم میں یوگوسلاویہ نے غیر جانبدار رہنے کی کوشش کی لیکن 6 اپریل 1941ء کو اس پر حملہ کر دیا گیا اور صرف دو ہفتوں کی لڑائی کے بعد اس پر قبضہ کرلیا۔ شاہ پیٹر دوم لندن بھاگ گیا۔ پھر متعدد مزاحمتی تحریکیں ابھریں جنھوں نے جرمنی اور دیگر ممالک سے گوریلا جنگیں لڑیں۔

1944ء میں برطانوی اور امریکی حمایت کے نتیجہ میں مارشل ٹیٹو کو یہاں کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ 29 نومبر 1945ء کو مارشل ٹیٹو نے ملک کو جمہوریہ قرار دیا۔ اگرچہ یہاں کیمونسٹ پارٹی کی حکومت قائم ہوگئی لیکن اس جماعت نے روس کو یوگوسلاویہ میں گھسنے نہیں دیا۔

سٹالن کی وفات کے بعد روس اور یوگوسلاویہ کے مابین سفارتی اور تجارتی روابط قائم کئے گئے۔ 1955ء میں روسی وزیراعظم خروشچیف نے ملک کا دورہ کیا اور اس طرح دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان بھی روابط قائم ہوگئے۔ 1973ء میں مارشل ٹیٹو اور مغربی جرمنی کے ولی برانٹ کے مابین اختلافات ختم کرنے کے لئے مذاکرات ہوئے۔

1973ء میں یوگوسلاویہ نے امریکی سرمایہ کاروں کو ٹیکس میں مراعات دینے کا معاہدہ کیا اور 1974ء میں ملک کا

چوتھا آئین نافذ ہوا۔ 1975ء میں حکومت نے ملکی معیشت کو فروغ دینے اور پیداوار بڑھانے کے لئے متعدد اقدامات کئے۔ 1976ء میں امریکہ نے یوگوسلاویہ کو اسلحہ کی فراہمی بحال کردی۔ نومبر 1976ء میں یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو نے روس کے ساتھ قریبی دفاعی تعلقات کے قیام سے معذوری کا اظہار کیا۔ 4 مئی 1980ء کو مارشل ٹیٹو کا انتقال ہوا۔

مارشل ٹیٹو کی وفات کے بعد ہر سال ملک کے صدر کا انتخاب ہونے لگا۔ اپریل 1981ء میں کاسوفو (KOSOV) کے جنوبی علاقہ میں ہنگامے شروع ہوگئے۔ 16 مئی 1986ء کو برنیکو مکولک وزیراعظم منتخب ہوئے۔ انہوں نے دیگر ممالک کے ساتھ فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

سابق یوگوسلاویہ کا دو تہائی حصہ کوہستانی ہے۔ ٹرگ لاف (TRIGLAV) بلند ترین پہاڑی چوٹی ہے جس کی بلندی 9390 فٹ یا 2863 میٹر ہے۔ آب وہوا تین قسموں کی ہے۔ تین سو سے زیادہ جھیلیں ہیں۔ دریائے ڈینوب طویل ترین دریا ہے۔ کل رقبہ کا 34 فی صد حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ قومی آمدنی کا 37 فی صد حصہ کان کنی، کیمیائی اشیاء، پارچہ بافی، گندم، پھل، تمباکو اور گلہ بانی سے حاصل ہوتا تھا۔

باکسائیٹ، سیسہ اور سگنائیٹ سے بھی اسے کثیر مقدار میں زرِ مبادلہ حاصل ہوتا تھا۔ پٹرول، قدرتی گیس، لوہا، تانبا، کوئلہ، سونا، جست اور دیگر اہم معدنی پیداوار تھیں۔ سابق یوگوسلاویہ صنعتی اعتبار سے بھی بڑا ترقی یافتہ تھا۔ فولاد سازی، سیمنٹ، کھاد، پارچہ بارفی کی صنعتیں بہت ترقی یافتہ تھیں۔

سابق یوگوسلاویہ کا سربراہ صدر ہوتا تھا جس کا انتخاب ہر سال 8 رکنی کمیٹی کرتی تھی۔ یوگوسلاویہ کا پہلا آئین 1946ء، دوسرا 1953ء، تیسرا 1963ء اور چوتھا 1974ء میں نافذ ہوا تھا۔ اس کے تحت وفاق کے علاوہ سوشلسٹ خود مختار صوبوں کے علیحدہ آئین مرتب کئے گئے تھے۔ فیڈرل کونسل کے اراکین کی تعداد 220 اور جمہوری اور صوبائی کونسلوں کے اراکین کی تعداد 58 تھی۔

سابق یوگوسلاویہ کے جھنڈے کی تشکیل تین افقی پٹیاں نیلی، سفید اور سرخ اور ان کے وسط میں پانچ کونی ستارہ کرتے تھے۔ سابق یوگوسلاویہ کی چھ جمہورتیں تھیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سربیا (SERBIA) (2) کروشیا (CROATIA) (3) مقدونیہ (MACEDONEA) (4) مانٹی نیگرو (MONTENEGRO) خود مختار (5) سلاوونیا (SLAVONIA) (6) بوسنیا ہرزیگووینا (BOSNIAHERSGOVINA)

## سربیا (SERBIA)

سابق یوگوسلاویہ کی ایک وفاقی وحدت پہلے خود مختار بادشاہی تھی۔ اس کا رقبہ 34107 مربع میل، آبادی 8436574

"افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان حکومتیں اس معاملہ میں خاموش ہیں اور کسی نے بھی یہ اعلان نہیں کیا کہ جس حق کی اسلام نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے ہم اسے استعمال کریں گے"۔

(خطبہ ارشاد فرمودہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

"آج بوسنیا کے حالات اس قسم کے ہیں کہ تمام شرائط (دینی جنگ) کی وہاں پوری ہوتی نظر آرہی ہیں...... لہٰذا یہ مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ ان کے ساتھ پورا تعاون کرنا فرض ہے۔ اسی طرح اگر پاکستان کسی ایسے منصوبہ کا اعلان کرے تو پاکستان کے رہنے والے احمدیوں کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی صف اول میں شامل ہوں"۔

(خطبہ ارشاد فرمودہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

" دعاؤں کے ساتھ بوسنیا کے ان مہاجرین مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بے پناہ ہمدردی و اخوت کا سلوک کریں۔ ان کے دکھوں کو بانٹنے کی کوشش کریں اور ان کے بچوں کو جو خدا کی خاطر یتیم بنائے گئے ہیں ان کے کفالت کا انتظام کریں"۔

اور دارالحکومت بلغراد ہے۔ باقی بیشتر حصہ پہاڑی ہے۔ آبادی زیادہ تر زراعت پیشہ ہے۔

سربیائی اپنے قریبی متعلقین کرواٹوں اور سلووینوں سے مشرقی آرتھوڈکس کلیسیا کے ساتھ اپنی تاریخی وابستگی کی بناء پر ممتاز ہیں۔ وہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں جزیرہ نمائے بلقان میں بزنطینی باجگزار بن کر آباد ہوئے۔ نویں صدی میں عیسائیت قبول کی اور 1217ء میں ایک آزاد سلطنت بنائی۔ 1389ء میں کوسوو کے مقام پر شکست نے اسے ترکی کا باجگزار بنا دیا۔ 1459ء میں ترکی سے اس کا پوری طرح الحاق ہوگیا۔ بلغراد جو اس وقت ہنگری کے قبضہ میں تھا 1521ء میں ترکوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں عثمانی سلطنت کے کمزور ہوجانے سے سربیا کو علیحدگی کی کوششوں کا موقعہ مل گیا اور 1817ء میں بغاوت کامیاب ہوئی۔ 1828ء میں سلطان ترکی نے سربیا کو ایک الگ ماتحت ریاست تسلیم کرلیا۔ اندرونی جھگڑوں کے باوجود سربیا زیادہ تر روسی پشت پناہی سے علیحدگی میں روز بروز کامیاب ہوتا گیا اور اسے جنوبی سلاویوں کی قیادت بھی حاصل ہوتی گئی۔ آخری مرتبہ ترکی فوجیں 1867ء میں رخصت ہوئیں۔ 1876ء میں سربیا نے روسی انگیخت پر ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا اور 1878ء میں شہزادہ میلان نے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا۔ چونکہ سربیا کے عزائم اپنے ہمسائیوں کے خلاف تھے۔ 1885ء میں بلغاریہ سے مشرقی رومیلیا کے لئے اس کی جنگ ہوئی جس میں بلغاریہ کو فتح ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم کے شروع شروع میں گو سربیا کامیاب رہا مگر 1915ء میں دول وسطیٰ (CENTRRAL POWERS) نے اسے پامال کرڈالا۔

دوسری عالمی جنگ میں محوری طاقتوں نے 1941ء میں ایک کٹھ پتلی حکومت کے ماتحت ایک بہت کمتر سربیا قائم کیا مگر سربیا والوں نے گوریلا جنگ جاری رکھی۔

1945ء کے یوگوسلاوی دستور نے سربیا کو اپنی ایک وفاقی وحدت بنایا اور مقدونیہ، مانٹی نیگرو اور بوسنیا ہرزیگووینا اس سے علیحدہ کردیئے۔

## کروشیا (CROATIA)

سابق یوگوسلاویہ کی خود مختار جمہوریہ جس کا رقبہ 21829 مربع میل اور آبادی 50,00,000 ہے۔ یہ شمال مغربی یوگوسلاویہ میں واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت زغرب یا زیگرب (ZAGRAB) ہے۔ اس جمہوریہ میں کروشیا، سلاووینا، ڈیلمیشیا اور آسٹریا کے بیشتر حصے شامل ہیں۔ اس کے بڑے شہر زغرب، فیوم، اوسیشرک، سپلیٹ اور زارہ ہیں۔

1918ء میں اس کا سربیا سے الحاق ہوا۔ 1939ء سے پہلے اسے حق خود اختیاری نہ مل سکا۔ 1941ء میں یوگوسلاویہ پر جرمن حملے کے بعد قومی دہشت پسند جماعت (استاچی) نے کروشیا کو اطالوی مغربی نظم و نسق کے حوالے کر دیا۔ 1943ء میں جرمنوں کا قبضہ ہوا۔ 1946ء میں یوگوسلاویہ کا ایک خود اختیاری جزو بنا۔

## مقدونیہ (MACEDONEA)

جنوب مشرقی یورپ کی ایک قدیم سلطنت جو الیریا، تھریس اور بحیرہ ایجیہ کے درمیان واقع تھی۔ جدید جغرافیہ میں یہ نام یوگوسلاویہ کی ایک جمہوریہ اور یونان کے ایک صوبے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا زیادہ تر علاقہ جنگلات اور پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ سٹروما (STRUMA) اور وارڈار (VARDAR) اہم دریا ہیں۔

یوگوسلاویہ مقدونیہ کا رقبہ 13260 مربع میل ہے۔ تھیسلونیکی (THESSALONIKI) اس کا صدر مقام ہے۔ چاول اس علاقہ کی سب سے بڑی زرعی پیداوار ہے۔

یہ سکندر اعظم کا وطن بھی ہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں مقدونیہ کافی اہمیت اختیار کر گیا۔ اس کا عروج فیلقوس دوم کے زمانہ سے شروع ہوا جو ابتداء میں مقدونیہ کے اصل بادشاہ کا محافظ و نگران تھا مگر اسے معزول کر کے خود بادشاہ بن گیا۔ اس زمانہ میں ایتھنز کو بڑا عروج حاصل تھا۔

فیلقوس کی کوشش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو آہستہ آہستہ تمام یونانی ریاستوں کو ایک جمعیت میں منسلک کر لے۔ چنانچہ اس نے تمام ان مقامات پر قبضہ کیا جو مقدونیہ کو طاقتور اور خوشحال سلطنت بنانے کے لئے ضروری تھے۔ چنانچہ اس کی ایتھنز کے ساتھ کئی بار جنگیں ہوئیں۔ بالاخر 336ق م میں فیلقوس مارا گیا تو اس کا بیٹا سکندر اعظم تخت نشین ہوا۔ اس نے دو سال یونانی ریاستوں کے انتظام و انصرام میں بسر کئے۔ 334ق م میں 32 ہزار پیادہ فوج اور 5 ہزار سواروں کے ساتھ ایشیا کی تسخیر کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے ایران کے دو مقام فتح کئے۔ پھر شام کے ساحلی علاقوں کو فتح کرتا ہوا مصر جا پہنچا۔ چنانچہ مصر کو باجگزار بنا کر 331ق م میں ایران کو فتح کیا۔ اس کے بعد باختر اور ترکستان فتح کئے پھر ہندوستان کا رخ کیا اور شمالی سندھ سے واپسی پر مجبور ہوا۔ سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں میں کشمکش شروع ہو گئی۔ 168ق م میں اس پر رومی قابض ہو گئے۔ چودھویں صدی عیسوی میں یہ علاقہ عثمانی ترکوں کے قبضہ میں آ گیا۔ 1912ء میں بلقانی جنگوں میں اسے خود مختار حیثیت حاصل ہو گئی۔ دوسری عالمی جنگ میں تھوڑے عرصہ کے لئے پورے مقدونیہ پر بلغاریہ کا قبضہ رہا۔ (1941ء تا 1944ء) لیکن 1947ء کے صلح نامہ سے اس کی سابقہ سرحدیں بحال ہو گئیں۔

# مانٹی نیگرو (MONTENEGRO)

سابق یوگوسلاویہ کی آئینی جمہوریہ بحیرہ ایڈریاٹک اس کی سرحد بناتا ہے۔ یہ پہاڑوں اور جنگلوں پر مشتمل ہے۔ بھیڑیں، بکریاں اور سور پالنا یہاں کے لوگوں کا اہم پیشہ ہے۔ 1910ء میں اسے سلطنت کی حیثیت دی گئی لیکن 1918ء میں یوگوسلاویہ کا حصہ بن گئی۔

اس کا کل رقبہ 5384 مربع میل اور آبادی آٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کا صدر مقام ٹیٹوگراڈ ہے۔

# سلاوونیا (SLAVONIA)

شمالی یوگوسلاویہ میں کروشیا کا ایک علاقہ ہے۔ دریائے ڈراوا (DRAVA) اور دریائے ساوا (SAVA) کے درمیان واقع ہے۔ دارالحکومت اوسیجیک (OSIJEK) ہے۔ زرخیز زرعی اور جنگلاتی وادی ہے۔ 1699ء میں ترکی نے یہ علاقہ ہنگری کو دے دیا۔ 1848ء میں آسٹروی شاہی علاقہ قرار پایا۔ 1868ء میں ہنگری کے شاہی خاندان کو واپس ملا اور کروشیا سے ملحق ہوا۔ 1918ء سے یوگوسلاویہ کا جزو بنا۔

# بوسنیا ہرزیگووینا (BOSNIA HERSGOVINA)

سابق یوگوسلاویہ کی ایک خود مختار جمہوریہ جس کا کل رقبہ 51 ہزار ایک سو انتیس کلومیٹر اور آبادی 4354911 (تینتالیس لاکھ چون ہزار نوسو گیارہ) ہے۔

(43ء7 فی صد) 1909018 (انیس لاکھ نو ہزار اٹھارہ) بوسنئین مسلم ہیں جب کہ (31ء3 فی صد) 1364363 (تیرہ لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو تریسٹھ) بوسنئین سرب ہیں۔ (17ء3 فی صد) 752068 (سات لاکھ باون ہزار اڑسٹھ) بوسنئین کروٹس ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں سربوں نے اسے آباد کیا۔ بارھویں صدی عیسوی میں بوسنیا ایک ریاست بنا۔ اکثر شاہان ہنگری یہاں کے حاکم اعلیٰ رہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں ہرزیگووینا کو سربیا سے لے کر اپنے ساتھ ملایا۔ 1463ء میں ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ 1878ء میں برلن کانگریس نے بوسنیا ہرزیگووینا کو آسٹریا و ہنگری کے انتظام میں دے دیا۔ مگر نظریاتی طور پر ترکی کی برتری قائم رہی۔ 1918ء میں سربیا نے اس پر قبضہ کیا اور یہ علاقہ یوگوسلاویہ کی آئینی جمہوریتوں میں سے ایک جمہوریت بنا۔

بوسنیا کا دارالحکومت ساراجیوو (SARAJEVO) ہے۔ تجارت اور ریلوے کا مرکز ہے۔ تمباکو، قالین اور دوسری مصنوعات کے لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے۔ رومن کیتھولک بشپ کا علاقہ اور یوگوسلاوی مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء کا مرکز ہے۔ اس شہر کی زیادہ تر آبادی مسلمان ہے۔ 1983ء کی تخمینی آبادی تین لاکھ ہے۔ سراجیوو / سارائیوو میں آرچ ڈیوک فرانس فرڈیننڈ کا قتل پہلی جنگ عظیم کا باعث ہوا۔

فرانس فرڈیننڈ (FRANCIS FERDINAND) (1863ء۔ 1914ء) فرانس جوزف اول کا بھتیجا اور آسٹروی تخت کا وارث تھا۔ اس نے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی جس کے نتیجہ میں سربیا کے لوگ اس کے خلاف ہوگئے۔ ان دنوں وہ سراجیوو میں تعطیلات گزار رہا تھا کہ 28 جون 1914ء کو سربیا کے ایک باشندے نے اسے قتل کر ڈالا۔ آسٹریا نے اس جرم کا بہانہ بنا کر سربیا پر حملہ کر دیا اور اس طرح یورپ کو بھی جنگ (1914ء۔1918ء) میں دھکیل دیا۔

یورپی ممالک میں سب سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد سابق یوگوسلاویہ میں ہے۔ اسلام یہاں پر ترکوں کی آمد سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل موجود تھا۔ بعد میں ان کو ایک عیسائی بادشاہ نے بزور شمشیر عیسائی بنالیا۔ ترکوں کی فتوحات کے بعد لوگ پھر سے اپنے دین کی طرف آگئے جس سے بوسنیا خطہ بلقان میں مرکز اسلام کی شکل اختیار کر گیا۔ بلقان یا مشرقی یورپ پانچ سو سال تک فیوض اسلام سے مستفیض ہوا۔ بعد میں یوگوسلاویہ کے زیر اثر آگیا۔

تہذیب کی ترقی نے جنگ کے خیال اور ریاستوں کی جغرافیائی تبدیلی کو انتہائی ناممکن بنا دیا ہے۔ سربیا کی طرف سے یہ خیال پیش کیا جاتا ہے کہ بوسنیا ہرزیگووینا کے مسلمان اس سرزمین میں ایک اسلامی بنیاد پرست ریاست بنانا چاہتے ہیں لہٰذا ان کو روکا جائے اور ان کے راہنما صدر عالی جاہ عزت بیگوویچ کو پابند سلاسل کیا جائے۔

بوسنیا کے مسلمانوں کا مقصد وحید یہ ہے کہ وہ اس سرزمین پر مسلمانوں کے لئے ایک مسلم ریاست بنانا چاہتے ہیں جو ان کا قانونی اور مذہبی حق ہے اور جس طرح دوسرے بھی بنا رہے ہیں کروٹس یعنی کیتھولک کروشیا کی صورت میں اور سرب یعنی آرتھوڈکس عظیم سربیا کی صورت میں۔

سربیا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود کو اور یورپ کو بھی اسلامی بنیاد پرستی کے شکنجے میں جکڑنے سے بچائے گا اور اندرونی خانہ یورپ کے بارہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی نسل کشی کا دل سے حامی اور مشکور ہے اور سربیا کی فوج کشی کا مقصد یہ ہے کہ بوسنیا ہرزیگووینا کے عوام اپنی آزادی کے حق سے دستبردار ہو جائیں۔ ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے ملک میں ہونے والے ریفرنڈم میں برملا اپنی آزادی کا اظہار کر دیا تھا۔

مسٹر روبرٹ بیڈنٹر جو فرانس کی جمہوری عدالت اور ARBITRATION COMMISSON (ای۔سی) کے صدر ہیں، انہوں نے 29 نومبر 1991ء کو یہ اعلان کیا کہ "بحیثیت ایک ریاست کے یوگوسلاویہ منہدم ہو رہا ہے"۔ ای۔سی کے اس اعلان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ای۔سی کی ہدایات کے مطابق نئی ریاستوں کو تسلیم کرنے کے لئے (یعنی مشرقی یورپ

اور سوویت یونین کی) اور ساتھ ہی ساتھ ای۔ سی وزارتی کمیشن کے اختتام پر ایک اعلامیہ 16 دسمبر 1991ء کو یوگوسلاوین جمہوریہ کی آزاد ریاستوں کو تسلیم کرنے کے بارہ میں جاری کیا گیا تھا۔ اس میں بوسنیا ہرزیگووینا کی طرف سے 20 دسمبر 1991ء کی ای۔ سی کو ایک خط بھیجا گیا کہ ای۔ سی ان دونوں ممالک کو بھی اس کی موجودہ سرحدوں کے اندر ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرلے۔ اس پر ای۔ سی آربیٹریشن کمیشن نے 15 جنوری 1992ء کو یہ اعلامیہ جاری کیا گیا کہ:۔



"بوسنیا ہرزیگووینا ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے قبول نہیں کی جاسکتیں جب تک کہ اس کے باشندے اپنی رضامندی بذریعہ ریفرنڈم نہ دے دیں"۔

اس قانونی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بوسنیا ہرزیگووینا کی پارلیمنٹ نے تمام باشندوں سے بین الاقوامی نگرانی میں ریفرنڈم کروایا جس کا جواب انہوں نے ہاں میں دے دیا۔

بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ آزادی کے بعد سربیا نے بوسنیا ہرزیگووینا کے ایک بڑے حصہ پر اپنی فوجوں کو تیز تر کردیا اور تاریخ عالم کا ہولناک اور بدترین تشدد وہاں کیا جارہا ہے تاکہ اس خطہ سے مسلمانوں کا خاتمہ کردیا جائے۔ اس میں اہم کردار سربیائی حکومت اور نام نہاد یوگوسلاوین نیشنل آرمی ادا کررہی ہے۔ جس کی لیڈر "مسز پلاوسک" ہے اور جو اسی پارٹی کی طرف سے بوسنیا ہرزیگووینا میں پریذیڈنسی کی سابق ممبر رہی ہے۔

بوسنیا میں آگ اور خون کا جو کھیل کھیلا جارہا ہے حقیقت میں چشم تصور بھی اس کا اندازہ نہیں کرسکتی۔ ذرائع ابلاغ سے جو کچھ نشر کیا جارہا ہے وہ ان حادثات، صدمات، مصائب اور قتل و غارت کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں پر ایک بھیانک رات گزر چکی ہے۔ بوسنیا میں عیسائی فوجوں نے تاریخ کے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور جبرو تشدد کی وہ روایت قائم کی جس کے سامنے ہٹلر کے مظالم بھی ہیچ ہیں۔ بوسنیا میں سربوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کی جو تاریخ دہرائی جارہی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ 6 سال کی بچی سے لے کر 60 سال کی عورتوں کی اجتماعی آبروریزی کی گئی۔ معصوم بچوں اور بچیوں کو آروں سے چیرا گیا۔ ٹارچر سیلوں میں مسلمانوں کو شدید اذیتیں دینے کے بعد بہتے دریاؤں کی نذر کردیا جاتا ہے اور زندہ جلادیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت سربیا کا لیڈر "سلودان ملوسوک" (SLOBODAN MILOSEVIC) وہ شخص ہے جو عظیم سربیا کے لئے یہ ساری خونریزی کروارہا ہے۔

عظیم سربیا کا تصور سب سے پہلے "سٹیون جوجیوک" نے دیا۔ 1914ء میں اسی تحریک کے زیر اثر مسلمانوں کی نسل کشی گئی تھی اور دوسری طرف عالمی جنگ میں بھی ہزاروں، لاکھوں مسلمان شہید کئے گئے۔

یورپ کے وسط میں نو مسلم آزاد ریاست بوسنیا ہرزیگووینا اپنی تاریخ کے جس نازک دور سے اور مسلمانان بوسنیا

جس قیامت صغریٰ سے دوچار ہیں ایسی صورتحال دنیا میں کہیں بھی درپیش نہیں ہے۔

آرتھوڈکس عیسائی صلیبی جذبے سے اندھے ہو کر بوسنیا کے شہروں خصوصاً سرجیوو پر آگ برسا رہے ہیں اور سرب فوجیں بوسنیا کے ستر فی صد حصہ پر قابض ہو چکی ہیں۔ اور اس وقت تک یہ جنگ معمولی نہیں رہی بلکہ خاندانوں کے خاندان صفحہ ہستی سے مٹائے جا رہے ہیں۔ سرب فوجیں صلیبی جنگوں کے انتقام کی خاطر بچوں کو ذبح کر کے سر تن سے جدا کر رہی ہیں اور والدین کو بچوں کا خون پینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ سرب فوج اعلان کرتی ہے کہ فلاں جگہ لوگوں میں خوراک تقسیم کی جائے گی۔ لوگ جاتے ہیں تو انہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔

بوسنیا یورپ کی نام نہاد تہذیب پر کلنک کا ٹیکہ ہے جس کا دھونا اس کے لئے ناممکن ہے۔ مظالم کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے مگر عالم اسلام سے کوئی آواز بلند نہیں ہوئی اور کبھی کبھار رسماً ایک آدھ بیان دے دیا جاتا ہے۔



## سراجیوو کے بشپ کا اعتراف

سراجیوو کے سربئین آرتھوڈکس بشپ نکولائی نے بلغراد ٹیلی ویژن پر بتایا کہ بوسنیا کے تنازعہ میں ایک لاکھ 20 ہزار مسلمان ہلاک کئے جا چکے ہیں۔ 30 ہزار عورتوں کو عصمت دری کی گئی اور دو سو مساجد تباہ کی گئیں۔

دریں اثناء اقوام متحدہ کے تحت سربیائی تعذیب خانوں سے رہا کئے جانے والے مسلمانوں نے بتایا کہ ان کیمپوں میں سربیائی عیسائیوں نے مسلم علماء، ڈاکٹروں اور اساتذہ کو چھانٹ چھانٹ کر قتل کیا گیا۔ (یونیورس۔ بحوالہ فوکس)

## پاکستان میں بوسنیا کی سفیر

محترمہ ساجدہ سلاجک نے کچھ عرصہ قبل بوسنیا کی سفیر کی حیثیت سے پاکستان میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ انہوں نے اپنی ہمہ گیر شخصیت کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں میڈیا کی توجہ حاصل کرلی۔ محترمہ ساجدہ سلاجیک نے عراق سے پوسٹ گریجوایشن کیا۔ ان کے چار بچے ہیں اور ان کے شوہر جناب زین العابدین قاسم کا تعلق بھی عراق سے ہے۔

ساجدہ سلاجک اپنی مادری زبان کے علاوہ انگریزی، عربی اور فارسی بھی جانتی ہیں۔ ان کا تعلق بوسنیا کے ایک مذہبی اور علمی گھرانے سے ہے۔ ان کے والد مسجد میں پیش امام تھے۔

### امدادی کتب

اردو انسائیکلوپیڈیا۔ تاریخ یورپ۔ روزنامہ جنگ لاہور۔ روزنامہ نوائے وقت۔

"بہت بدنصیبی ہے انسان کی کہ انسان نے مذہب کے نام پر دوسرے انسانوں کے لئے نفرتیں پیدا کی ہیں اور مذہب کے نام پر انسان کو انسان کے قریب لانے کی بجائے انسان سے دور کرتا چلا جا رہا ہے۔ کسی ایک مذہب کا یہ حال نہیں تمام مذاہب کے راہنما آج کل اسی شغل میں مصروف ہیں۔ کہیں یہودیت کے نام پر دوسروں سے نفرت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کہیں عیسائیت کے نام پر لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا جا رہا ہے۔ کہیں ہندومت کے نام پر انسان کو ظلم کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کہیں اسلام کے نام پر! وہ نام جو صلح اور صفائی اور امن کا نام ہے۔ وہ نام جو محبت کا نام ہے۔ وہ خدا کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ مسلمان کی طرف سے تمام دنیا ہمیشہ کے لئے امن میں آچکی ہے۔ اس نام پر بھی ظلم و ستم کرنے ان کے حقوق چھیننے کی تعلیم دی جا رہی ہے اور تمام مذاہب کی بنیادی حقیقتوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔ یورپ کے لوگ جو تمام دنیا کو بظاہر امن کا پیغام دیتے ہیں بوسنیا کے مسلمانوں کا قتل عام دیکھ رہے ہیں اور ایسے ایسے خوفناک نظارے دیکھ رہے ہیں جن کی نظیر ہٹلر کے زمانے میں بھی مشکل سے ملے گی۔

........ اس طرح دیہات کے دیہات قتل عام ایسے کئے جا رہے ہیں کہ کبھی تاریخ میں پڑھتے تھے کہ ہلاکو خان نے کئے یا قبلائی خان نے کئے یا چنگیز خان نے کئے۔ وہ تاریخی باتیں تھیں جو اس زمانہ میں تصوّر بھی نہیں کی جاسکتی تھیں کہ ایسا ہوگا۔ لیکن یورپ میں عیسائیت کے نام پر دنیا کو محبت کا پیغام دینے والے یورپ میں بھی آج وہ ساری سفاکی کی داستانیں دہرائی جا رہی ہیں"۔ (خطبہ جمعہ حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

# عاجزی و انکساری

## "تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں"

مضمون نگار:۔ نوید احمد ظفر۔ کراچی

"پھر آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان کے متعلق یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گرجاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے اور تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے"۔ (السجدۃ: 160)

خشوع و خضوع کے معانی عاجزی کرنے کے ہوتے ہیں اور تضرع دل میں عاجزی پیدا ہوجانے کے متعلق بولا جاتا ہے۔ تکبر، عاجزی اور انکساری کی ضد ہے۔ مندرجہ بالا آیات مبارکہ میں ان مومنوں کا ذکر ہے جو حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں وہی عاجزانہ رویہ رکھتے ہیں۔ یہ اس دلی جوش کی وجہ سے عاجزی اور انکساری سے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں جو خدا کو کامل اور قادر اور جامع صفات کاملہ خیال کرکے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود..... فرماتے ہیں:۔

"دلی جوش پیدا کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں ایک خدا کو کامل اور قادر اور جامع صفات کاملہ خیال کرکے اس کی رحمتوں اور کرموں کو ابتداء سے انتہا تک اپنے وجود اور بقا کے لئے ضروری دیکھنا اور تمام فیوض کا مبداء اسی کو خیال کرنا۔ دوسرے اپنے تئیں اور اپنے تمام ہم جنسوں کو عاجزانہ اور مفلس اور خدا کی مدد کا محتاج یقین کرنا...... بلاشبہ یہ دونوں تصور ایسے ہیں کہ جب دعا کرنے کے وقت دل میں جم جاتے ہیں تو یکایک انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک متکبر ان سے متاثر ہو کر روتا ہوا زمین پر گر پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں...... ممکن نہیں کہ جب تک یہ دونوں محرک کسی کے خیال میں نہ ہوں تب تک اس کی دعا میں میں جوش پیدا ہوسکے"۔

(براہین احمدیہ حاشیہ نمبر 11 صفحہ 484,483)

حضرت مسیح موعود..... فرماتے ہیں:۔

"درجہ کمال کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک تعظیم لامر اللہ اور دوسرے شفقت علی خلق اللہ۔ امر اول کا تعلق تو دل سے اور خدا سے ہوتا ہے جس کو یکایک ہر کوئی نہیں جان سکتا۔ دوسرا پہلو چونکہ خلقت سے تعلق رکھتا ہے اور اول ہی اول انسان کی نظر انسانی اخلاق پر پڑتی ہے...... دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے کئی ایک نمونے پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محض آپؐ کے اخلاقی

اخلاقی کمال کی وجہ سے اسلام قبول کیا"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 501۔502)

مندرجہ بالا درجہ کمال کے دو حصے جو حضرت مسیح موعود... نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے پہلے کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی تکریم اور تعظیم سے اور اس کا اظہار عبادت سے ہوتا ہے۔ نماز وہ عبادت ہے جو ہمیں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کی تعظیم سکھاتی ہے اور دوسرا حصہ مخلوق سے محبت کا ہے جو بغیر تکبر کی راہ کو چھوڑے نہیں حاصل ہوتا ہے۔ نماز کے بارے میں حضور فرماتے ہیں:۔

"اور سجدہ کمال آداب اور کمال نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں اور جو جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور بار گراں سمجھ کر اتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتاؤ اس میں کیا لذت اور کیا حظ آسکتا ہے اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ روح بھی نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 164۔165)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

"غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیاز مندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 421۔422)

حضرت مسیح موعود... نے فرمایا:۔

"جو لوگ اپنے رب کے آگے انکسار سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ شاید کوئی عاجزی منظور ہو جائے تو ان کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص عابد بہت دعا کرتا تھا یا اللہ مجھ کو گناہوں سے آزادی دے دے۔ اس نے بہت دعا کرنے کے بعد سوچا کہ سب سے زیادہ عاجزی کیونکر ہو۔ معلوم ہوا کہ کتے سے زیادہ عاجز کوئی نہیں تو اس نے اس کی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ کسی شخص نے سمجھا کہ شاید کتا مسجد میں آگیا ہے۔ دیکھا تو عابد تھا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے اس واسطے میں نے سوچا کہ اس طرح میری عاجزی منظور ہو جائے گی۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 374)

پھر آپ انسان کو عاجز مخلوق باور کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامت اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں پاسکتا...... پس انسان کو چاہیئے کہ ہردم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں، میری ہستی کیا ہے۔ یہ ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور ناقابل اور ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بے کس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جان انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ہر ایک طرح کے غرور اور رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہر گز ہر گز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا"۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 315 بحوالہ البدر جلد 2 نمبر 18 صفحہ 140)

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زاہدوں کی تسبیح و مصلے سے گنہگاروں کا رونا اور گڑگڑانا زیادہ پسند ہے۔ حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب سابق صدر عالمی عدالت انصاف کتاب "ایک عزیز کے نام خط" میں صفحہ 29 پر لکھتے ہیں:-

"قرآن کریم نے تو اس صفت کے ظہور کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے۔ ........

یعنی تم یہ بتاؤ کہ حالت اضطراب میں تم آستانہ الٰہی پر گر جاتے ہو اور اس کے رحم کو جوش میں لاتے ہو اور وہ تمہارے کرب اور بے چینی اور بے چارگی پر رحم فرما کر تمہاری ساری تکلیف کو دور کر دیتا ہے...... اور مضطر کی دعا کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور اعمال صالحہ کی شرط بھی نہیں رکھی یعنی جب انسان حقیقی اضطراب کی حالت میں تضرع اور خشیت کے ساتھ اس کی دہلیز پر گر جاتا ہے اور پگھلتے ہوئے دل کے ساتھ اس کے رحم کا طالب ہوتا ہے تو وہ ضرور رحم فرماتا ہے"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مامورین من اللہ کے انکار کو تکبر ہی کا باعث قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"چونکہ مامورین الٰہی کا سلسلہ کو برابر انسانوں اور زمانہ کی ضرورتوں کے موافق ہے اور اپنی قدیم سنت کے لحاظ سے خدا نے نبی اور رسول مبعوث کرنے تھے اس لئے اول رکوع میں ہی (یعنی قرآن کریم کی سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع) تعلیم دی کہ انکار کا پہلو حتی الوسع اختیار ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ چونکہ وہ لوگ اول انکار کر چکے تھے اس لئے سخن پروری کے خیال نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں بیٹھنے اور آپ کی باتوں پر غور کرنے نہ دیا اور انہوں نے آپؐ کے انذار اور عدم انذار کو برابر جانا۔ یہ ایک خطرناک مرض ہے۔ ان کو اپنے علم پر ناز اور تکبر ہوتا ہے۔ یہودیوں کے پاس تورات موجود تھی۔ کہتے تھے

ہمارے پاس کتاب الٰہی ہے۔ ہم کو نیکی بدی کا علم ہے۔ کونسی نئی بات بتانے آیا ہے جو ہم ایمان لائیں۔ وہ اس کتاب پر عمل درآمد بھی کیا کرتے تھے پھر کیوں مردود ہوئے۔ اس کا باعث یہی تکبر تھا"۔ (الحکم جلد 9 نمبر 9 تا 17 مورخہ 22 فروری 1905ء بحوالہ خطبات نور)

حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 9 اپریل کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں سے بنایا جاتا ہے یعنی دنیوی اور دینی دونوں تائیدیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ پھر جب خود خدا ایک مامور مقرر کرے تو اس کا انکار تکبر بن جاتا ہے۔ شیطان جب تک اس کی آزمائش نہیں ہوئی تھی سب کے ساتھ مل کر عبادت کرتا تھا۔ لیکن آدم کی تخلیق چونکہ مٹی سے ہوئی تھی (جس کی خاصیت ہے کہ اس میں عاجزی ہوتی ہے) اس لئے اس نے کہا کہ مجھ میں اعلیٰ صفات پائی جاتی ہے اور اطاعت سے انکار کیا تب خدا تعالیٰ نے اسے مورد لعنت بنا دیا۔ اسی طرح نظام جماعت بھی خلیفہ اللہ کے تحت ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ خود نظام جماعت بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا خلیفہ اس نظام کو اسکے حکم سے قائم رکھتا ہے۔ خدا کا خلیفہ جب ایک امیر یا صدر مقرر کرتا ہے چاہے اس کے ووٹ کم ہی کیوں نہ ہوں اسکی اطاعت فرض بن جاتی ہے اور اسکی نافرمانی کرنا تکبر کا باعث بنتا ہے"۔

حضور نے فرمایا:۔

"جوش اور ولولہ اچھی خاصیتیں ہیں لیکن اس وقت تک جب تک خدا تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کی جاویں۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت سے باہر ہوتے ہی یہ نقصان محض بن جاتی ہیں"۔

## درجہ کمال کا دوسرا حصہ

حضرت مسیح موعود.... کے بیان کردہ دوسرا حصہ مخلوق سے شفقت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزی کو انتہا تک پہنچا دیا اور مخلوق خدا کے سامنے بھی کبھی نعوذ باللہ تکبر نہیں کیا۔ آپؐ مجلسوں میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے۔ جو کوئی مل جاتا اسے پہلے خود سلام کرتے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ صحابہ کو کنیت سے پکارتے۔ ایک شخص آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپؐ کو یا خیر البریہ (یعنی برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ آپؐ نے فرمایا ذالک ابراہیم یہ شان تو ابراہیم کی ہے۔ (صحیح بخاری)

پھر ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نور نبوت کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ پروا نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری)

حضرت مسیح موعود.... فرماتے ہیں:۔

"غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر میں

دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں"۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438۔439)

پھر حضرت مسیح موعود... فرماتے ہیں:۔

"اگر انسان تکبر چھوڑ دے اور اخلاق اور ملنساری سے پیش آوے تو یہ ایک بھاری معجزہ ہوتا ہے۔ اخلاقی معجزہ ہمیشہ اپنے اندر ایک زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ سچی تعلیم اور پاک ایمان کا اثر اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 551۔552)

حضرت مسیح موعود کے بڑے فرزند فرماتے تھے کہ:۔

"والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں بلکہ فقیر کے طور پر گزاری"۔

حضرت مسیح موعود.... کے خادم مرزا اسماعیل بیگ مرحوم شہادت دیتے ہیں کہ بعثت سے قبل آپ مقدمات کی پیروی کے لئے جاتے تو ساتھ گھوڑا ہوتا تھا۔ میں بھی ہم رکاب ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعود.... قادیان سے چلتے تو بھی پہلے مجھے سوار کرا دیتے اور وہاں سے واپسی پر بھی پہلے مجھے گھوڑے پر سوار کراتے اور میں انکار ہی کرتا رہ جاتا۔ میں نے عرض کی کہ حضور مجھے شرم آتی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود.... نے فرمایا:۔

"ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے"۔ (الحکم 21/28۔1933ء بحوالہ حیات طیبہ)

آپ فرماتے ہیں:۔

"سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ہو جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا...... تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو"۔

(روحانی خزائن جلد 18 نزول المسیح صفحہ 26)

## "اعلان گمشدگی رسید بکس"

مجلس خدام الاحمدیہ واہ کینٹ (راولپنڈی) کی رسید بکس نمبر درج ذیل:۔

1۔ کتاب نمبر 3609۔ رسید نمبر 67 تا 100۔ 93۔1992ء
2۔ کتاب نمبر 6307۔ رسید نمبر 1 تا 16۔ 93۔1992ء
3۔ کتاب نمبر 6308۔ رسید نمبر 1 تا 26۔ 93۔1992ء
4۔ کتاب نمبر 3611۔ رسید نمبر 1 تا 55۔ 93۔1992ء

سفر کے دوران 14 جون کو گم ہوگئی ہیں۔ اسلئے گزارش ہے کہ ان رسید بکس پر کوئی چندہ ادا نہ کیا جاوے۔ مل جانے پر دفتر خدام الاحمدیہ پاکستان (ایوان محمود) ربوہ کے پتہ پر بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ (مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

ازٹائیٹل صفحہ ۲

محترم مولانا غلام باری صاحب سیف نے قادیان میں جامعہ احمدیہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو حدیث کی خصوصی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بعض دینی اداروں میں بھجوایا گیا۔ محترم مولانا دینی تعلیم حاصل کر کے جامعہ احمدیہ میں بطور پروفیسر عرصہ دراز تک پڑھاتے رہے۔ آپ جامعہ احمدیہ کے وائس پرنسپل بھی رہے۔ ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ میں بھی آپ کو خدمات بجالانے کا موقع ملا۔ حضرت مصلح موعود کے عہد صدارت میں آپ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر رہے نیز مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے نائب صدر صف دوم رہے۔



مولانا موصوف کا خاص میدان دلنشیں اور سحر آفرین تقریر تھی۔ عموماً سیرت کے موضوعات پر ایسی روانی اور جذب و اثر سے تقریر کرتے کہ مجمع کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ مولانا صاحب کو جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کے موقع پر متعدد تقاریر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مولانا غلام باری صاحب سیف قلم کے بھی دھنی تھے۔ آپ ماہنامہ "خالد" کے سب سے پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے (اکتوبر 52ء تا نومبر 54ء) اس کے علاوہ مارچ 58ء تا دسمبر 59ء میں بھی ادارت کے فرائض نبھاتے رہے۔ ماہنامہ "انصاراللہ" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ اس کے علاوہ کئی کتب آپ کی یادگار ہیں۔ ان میں "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" - "دو بھائی" - "احادیث اخلاق" - "روشن ستارے" - "سیرت حضرت عمر فاروقؓ" - "منکرین احادیث کے اعتراضات کے جواب" آپ کے کئی مسودات غیر مطبوعہ صورت میں بھی موجود ہیں۔

محترم مولانا کو ممبر مجلس قضاء بورڈ۔ رکن تدوین فقہ کمیٹی ممبر مجلس افتاء وغیرہ کی حیثیت سے بھی خدمت دین کا موقع ملا۔

مولانا صاحب کو 1988ء میں دل کی تکلیف شروع ہوئی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی ہدایت پر آپ 1989ء میں انگلینڈ تشریف لے گئے جہاں آپ کا دل کا بائی پاس آپریشن ہوا جس کے بعد آپ صحت یاب ہو کر ربوہ تشریف لے آئے۔

مولانا صاحب حدیث، کلام اور سیرت کے موضوعات پر خصوصی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد دنیا بھر میں خدمت دین سرانجام دے رہی ہے۔

آپ کے ایک صاحبزادے مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب واقف زندگی ہیں اور آج کل بیرون ملک ایک احمدیہ میڈیکل سنٹر قائم کرنے گئے ہوئے ہیں۔ آپ کے ایک اور صاحبزادے غلام سرور صاحب سیف ربوہ میں قانون کی پریکٹس کرتے ہیں۔ 14 جولائی کو محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد نے نماز جنازہ بیت المبارک ربوہ میں پڑھایا بعد ازاں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی بیرون ملک سے رات 11 بجے آمد کے بعد بہشتی مقبرہ پر مولانا موصوف کو سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L. 5830 *Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAZ* AUGUST 1993